فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس

یعنی درسِ نظامی میں شامل کتبِ فقہ واصولِ فقہ پڑھانے کا طریقہ کار مع عام اصولِ تدریس

تالیف

مفتی محمد مکرم محی الدین حسامی قاسمی

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم حیدرآباد

فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس

تالیف

مفتی محمد مکرم محی الدین قاسمی حسامی

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم حیدرآباد

{ تفصیلات کتاب }

جملہ حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس
تالیف	مفتی محمد مکرم محی الدین قاسمی حسامی
صفحات	120
سن اشاعت	1446ھ / 2025ء
تعداد اشاعت	1000
قیمت	-/100 (ایک سو روپے)

ملنے کے پتے

- دار العلوم حیدر آباد 9704095041
- مکانِ مؤلف 9394419824
- ہدی بک ڈپو 040-25414892

فہرست مضامین

تقریظ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ، اما بعد!

امین الفقہ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم
(نائب شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد)

امت کی تعلیم کا کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض منصبی اور مقاصدِ بعثت میں سے ہے، قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بحیثیت معلم ومربی آیا ہے۔ (آل عمران: ۱۶۴) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۹) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ معلمیت کو مشہور محقق ومحدث شیخ عبد الفتاح غدہ نے الرسول المعلم میں بہترین انداز میں ذکر کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماء کو انبیائے کرام کا وارث قرار دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۶۴۱)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انداز تدریس اور اسالیب تدریس کو اپنے لئے حرز جان بنا کر اس پر چلنے کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے رہے ہیں، پھر ان ہی اسالیب اور اصول وضوابط کو اور ان کی روشنی میں کچھ جدید اور مفید اسالیب کو ہمارے اکابرین ومشائخ نے اور خاص کر عالم عرب کے علماء حضرات نے جمع کیا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے لعل وجواہرات مرتب کر کے ہمارے اسلامی کتب خانوں میں ایک اچھا خاصا اضافہ فرمایا ہے۔

اس تعلق سے عمان کے شیخ محمود مزعل محمود کی طرق تدریس التربیۃ الإسلامیۃ وتطبیقاتہا، جامعہ دمشق کے تعلیم وتربیت کے ذمہ دار شیخ جودت کی طرق تدریس اللغۃ العربیۃ، ڈاکٹر حسن شحاتہ صاحب کی أساسیات التدریس فی العالم العربی، شیخ محمد یسین عبد الرحمن قندیل صاحب کی التدریس وإعداد المعلم، جامعۃ القاہرہ کے استاذ ڈاکٹر ابراہیم محمد عطاء کی دلیل تدریس اللغۃ العربیۃ، صالح بن سلیمان المطلق الجلاوی کی مبدأ الرفق فی التعامل مع المتعلمین من منظور التربیۃ الإسلامیۃ، اور محقق بلا ریب

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کی الرسول المعلم وأسالیبہ فی التعلیم بڑی بہترین اور لاجواب کتابیں ہیں، اسی طرح حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے سالہا سال کے تجربات کا نچوڑ چند صفحات میں بڑے اچھے انداز میں کیف تعلم اللغۃ العربیۃ لغیر الناطقین بھا کے نام سے مرتب کیا ہے، جو مختصر اور پر مغز؛ لیکن خیر الکلام ما قل ودل کا مصداق ہے، حضرت مولانا محمد ولی خان مظفر صاحب نے بھی اس موضوع پر لکھی گئی اکثر کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ اپنی کتاب طرق التدریس وأسالیب الامتحان نامی کتاب لکھی، جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ اردو زبان میں بھی اس پر بڑا ذخیرہ موجود ہے، مفتی محمد خالد حسین نیموی کی تدریس میں تسہیل کی اہمیت اور اس کے لیے وسائل کا استعمال، پاکستان کے وفاق المدارس العربیہ کی جانب سے شائع شدہ کتاب تدریب المعلمین اہداف تعلیم واسلوب تدریس، مدرسہ عثمانیہ کراچی کی شائع کردہ رموز تدریس وتربیت، مولانا محمد ادریس کی تدریب المعلمین، مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ کی منصبِ تدریس اور حضرات مدرسین، مولانا سید عبدالرشید کی تحفۂ مدرسین، اسی طرح حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب نے اپنے سالہا سال کے تجربات کا نچوڑ چند صفحات میں بڑے اچھے انداز میں عربی زبان غیر عرب کو آپ کیسے پڑھائیں؟ کے نام سے تحریر کیا ہے، شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب درس نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں؟ مفتی حنیف عبدالمجید صاحب کی مثالی استاد، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نذیر صاحب کی امداد المدرسین، حضرت مولانا محمد فاروق حسن زئی صاحب کی استاد کا کردار، مولانا محمد نواز نقشبندی کی حصول تدریس اور مفتی ذاکر حسن صاحب کی رہنمائے معلمین قابل ذکر ہیں۔

غرض اس موضوع سے متعلق لکھی گئی کتابوں کا بڑا ذخیرہ ہمارے دینی کتب خانوں کا ایک مستقل حصہ بن چکا ہے، ظاہر بات ہے کہ اتنے بڑے ذخیرہ کو جمع کرنا اور پھر اس سے استفادہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے کہنہ مشق اور تجربہ کار مدرسین جو عقابی اور شاہینی نگاہوں کے مالک ہیں، انہوں نے مذکورہ کتب کے ذخیروں میں غوطے لگائے اور اپنے زمان ومکان کے تقاضوں اور اذہان کو بھانپ کر اندازہ لگایا کہ ان میں سے کون کون سے اسالیب سے ہم زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور کن کن طریقوں سے یہ امانت طالبان علوم نبوت کے سینوں میں پہونچائی جاسکتی ہے، ان طریقوں اور اسالیب کو وہ اپنے دوران تدریس اپناتے رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایک کامیاب مدرس کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں، اور مضامین کی شکل میں لکھ کر وقتاً فوقتاً مجلّات اور ماہنامہ جات میں بھی پیش فرماتے رہے ہیں، اور مدرسین ان سے پیاس بجھا کر اپنا تدریسی رخ سیدھا کرتے رہے ہیں، اور ان کے دوررس اثرات طالبان علوم نبوت پر پڑتے رہے ہیں؛ لیکن مرور زمانہ سے اس میں اضمحلال پیدا ہونے لگتا ہے۔

بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے کہ ہمارے ادارہ کے ایک کہنہ مشق، تدریس کا تقریباً بیس سالہ تجربہ رکھنے والے اور نہایت مقبول استاد مولانا مفتی مکرم محی الدین صاحب دامت برکاتہم نے ایک رسالہ فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس کے نام سے تیار کیا ہے، پوری کتاب میں مصنف علام نے کوئی ایک دو فیصد ہی مشکل سے اپنی طرف سے شامل کیا ہے، جو کچھ ہے سارا کا سارا اپنے اکابرین اور مشائخ کی تحریرات، ملفوظات اور محاضرات کا گلدستہ ہے، مرتب نے اس بارے میں کافی محنت کی ہے، اور اہلِ علم خصوصاً فقہ اور اصولِ فقہ کی کتابیں پڑھانے والوں پر بڑا احسان کیا ہے؛ کیوں کہ جن جن کتابوں اور مجلّات سے یہ مواد لئے گئے ہیں وہاں تک رسائی ہر ایک کے لئے اگر محال نہیں تھی تو مشکل ضرور تھی۔

یہ حسین گلدستہ قارئین کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ اس کو بار بار پڑھا جائے اور عملی میدان میں جب قدم رکھا جائے تو خوب محنت کر کے کبھی کبھار اس آئینہ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا جاتا رہے، اس میں پیش کردہ چیزیں اتنی اہم اور مفید ہیں کہ اکابر کے تجربات کے ساتھ خود مرتب کی اپنی زندگی کے مفید اور قابل قدر تجربات

آ گئے ہیں، ان تجربات کی روشنی میں پڑھانے سے قبل اس میدان کے شہسوار بن کر اس میں قدم رکھا جائے؛ ورنہ وہ نونہالان قوم پر اپنے تجربے کرتے رہیں گے اور آزماتے آزماتے جب ان کی تدریس صحیح نہج پر آئے گی تو ایک زمانہ گذر چکا ہوگا؛ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تدریس کو باقاعدہ ایک فن سمجھا جائے اور اس کے اصول ورموز کا اپنانے کی بھرپور سعی کی جائے۔

مجموعی اعتبار سے اس رسالہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا باب عام اصولِ تدریس، جس میں درس کی تیاری اور درس دینے کے گُر بتائے گئے ہیں۔

دوسرا باب کتبِ فقہ کی تدریس پر مشتمل ہے، اس میں بہشتی زیور، مالا بدمنہ، نور الایضاح، قدوری، کنز الدقائق، شرح وقایہ اور ہدایہ ودرمختار جو درس نظامی میں داخل درس ہیں، ان کا مختصر تعارف کے ساتھ ان کی تدریس کا طریقہ بتایا گیا ہے، ساتھ ہی ساتھ ان کے شروح وحواشی کا بھی ضمناً تعارف پیش کردیا گیا ہے۔

تیسرا باب کتبِ اصولِ فقہ کی تدریس کا طریقہ کار پر مشتمل ہے، اس میں اصول الشاشی، نور الانوار اور حسامی کا تعارف پیش کرنے کے ساتھ ان کی تدریس کے طریقہ کار کی تفصیل کا ذکر ہے اور ان کے شروح وحواشی کا بھی ذکر ہے۔

چوتھا باب فقہ اور اصولِ فقہ کا نصاب چند گذارشات کے عنوان پر ہے، جس میں پہلے دونوں فنون سے متعلق جو کتابیں درس نظامی میں داخل درس ہیں ان پر ایک جامع تبصرہ ہے، پھر نصاب سے متعلق قابلِ قدر اور نہایت متوازن مشورہ بھی دیا گیا ہے، اس کے بعد شعبۂ افتاء کے نصاب کا ذکر ہے اور اس تعلق سے بھی قیمتی مشورے ذکر کیے گئے ہیں۔

پانچواں باب مؤلف کے اساتذہ کرام کے ذکر پر مشتمل ہے، اس میں مؤلف نے اپنے ابتدائی درجے کے استاد سے لے کر انتہائی درجے کے تمام اساتذہ کرام کا ذکر کیا ہے، اور کن سے کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں ان سب کا بھی ذکر کیا ہے، اور سب سے آخر میں

مؤلف نے اپنا تعارف اور اپنی تحریر کردہ کتابوں کا تعارف پیش کیا ہے۔

کتاب کے ابواب سے قارئین کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر مدرس اسے اپنے لیے حرز جان بنا کر بالاستیعاب ایک بار نہیں ؛ بلکہ بار بار پڑھے اور اپنی تدریسی زندگی میں ان اسالیب کو نافذ کرے، آج کے اس پرفتن دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے پاس رجال کار ہوں اور ہر فتنہ کا تعاقب اور ہر باطل کو حق پر قائل کرنا جانتے ہوں، اگر ہماری بنیاد ہی کچی رہ جائے گی تو خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا، یہ ہم سب کو بھی معلوم ہے کہ طلبہ کرام میں محنت کا وہ جذبہ نہیں رہا جو ماضی میں تھا، اگر سچ بات کہی جائے تو اس کے ذمہ دار کسی حد تک ہم جماعت مدرسین بھی ہیں۔

طلبہ کی تعلیم وتربیت میں معلم کی اپنی شخصیت ،علمی لیاقت ، تدریسی صلاحیت اور اخلاص واعلیٰ سیرت وکردار کے ساتھ طلبہ کی اصلاح وترقی اور ان کو علم وفن کا خوگر بنانا اور متعلقہ کتب سے انسیت ودلچسپی پیدا کرنے کا جذبہ بھی انتہائی اہم ہے۔

یہ کتاب اس قابل ہے کہ جو حضرات پہلے سے تدریس سے وابستہ ہیں، ان کو اکابرین امت اور مشاہیر فن کی مذکورہ ہدایات ان کی تدریس کو مزید جلا بخشے گی اور نو وارد فضلاء کے لئے یہ کتاب بہترین معاون ثابت ہوگی اور تدریس کے سلسلہ میں رہنمائی کرے گی ان شاء اللہ۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا مفتی مکرم محی الدین صاحب زیدت مکارمھم کے جمع کردہ اکابرین کے ارشادات و ہدایات کا یہ مجموعہ عند اللہ وعند الناس مقبول عام وتام ہو، وما ذالک علی اللہ بعزیز، وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد جمال الدین قاسمی

جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد

۳/ رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

مطابق ۴/ جنوری ۲۰۲۵ء

مقدمہ

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد ظلال الرحمٰن صاحب فلاحی دامت برکاتہم صاحبزادہ وخلیفہ
سلطان العارفین حضرت شاہ صوفی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(صدر لجنۃ العلماء ونائب ناظم جامعہ عربیہ احیاء العلوم حیدرآباد)

باسمہٖ تعالیٰ شانہ

علومِ دینیہ کی تدریس وہ مقدس پیشہ ہے، جس کے ذریعے معلّمِ حیات صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت حاصل ہوجاتی ہے، اس لئے کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، نیز مقاصدِ بعثتِ محمدی اور نبیٔ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی ذمہ داریاں بتانے والی کئی آیتوں میں تعلیم کو بھی مرکزی وبنیادی حیثیت دی گئی ہے؛ لہذا امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خوش نصیب امت میں سے جو جو نیابۃً ووراثۃً دینی علوم کی تدریس سے وابستہ رہے گا اس کو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت حاصل ہوجائے گی اور یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس سے بڑے کسی اعزاز کا تصور دشوار ہے، **فطوبیٰ لھم وحسن مآب!**

ظاہر ہے کہ جب تدریس کو اتنی بڑی نسبت حاصل ہے تو اس کے تقاضے اور حقوق بھی ویسے ہی ہوں گے، انہی تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ ہے کہ تدریس میں بھی صفتِ احسان آجائے کہ تدریس بھی خالصۃً لوجہ اللہ ہو، مطلوبہ صفات علمیہ میں مہارت ہو، سمجھا سکنے اور سکھانے میں کمال حاصل ہو، یہ اس شعبہ کے صفاتِ احسانیہ ہیں۔ اللہم وفقنا لھا۔

فنِّ تدریس میں کمال نہ ہوگا تو طلبہ میں بھی نقص اور علمی انحطاط جھلکے گا، اس لئے کہ طلبہ کی حیثیت اس ہیرے کی سی ہے جو دیگر مٹی اور پتھر کے اجزاء سے ملصق ہوتا ہے، بے ڈھب اور چمک وکمال سے خالی ہوتا ہے پھر جب ایک ماہر کاری گر وجوہری اسکو صاف کرتا ہے، بہترین انداز میں تراشتا ہے تو پھر ہیرے کا حقیقی جوہر، چمک ودمک آنکھوں کو خیرہ کردیتی ہے اور پھر وہ قیمتی بنتا ہے پھر کسی کے گلے کے ہار کا حصہ ہوکر یا کسی تاج کی زینت

بن کر خواص وعوام کی داد حاصل کرتا ہے، اِسی طرح طلبہ کا حال ہے کہ وہ ماہر اساتذہ کے تحت ہوں گے تو ہیرے کی طرح نکھریں گے اور قیمتی ہی نہیں بلکہ علمی نور کو بکھیرنے والے بن جائیں گے۔

فن میں کمال ومہارت رکھنے والوں سے علمی وفنی استفادہ کی تلقینات احادیث میں بھی ملتی ہیں مثلاً نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو علاج کے سلسلے میں ایک معالج کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے علاج کراؤ وہ ماہر ہے،اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے متعلق تمام صحابہ میں سب سے زیادہ صحیح واچھا فیصلہ کرنے والے ہونے کا لقب عنایت فرما کر دیگر مسلمانوں کو اشارہ فرمایا کہ اپنے مقدمات ونزاعات میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے رجوع ہوا جائے۔

اِسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حلال وحرام میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہونے کا اعزاز بخش کر اس موضوع پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ سے استفادہ کی طرف اشارہ فرمایا، ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو علومِ قرآنیہ کی خاص دعا دے کر گویا امام المفسرین بنا دیا اور واقعتاً بڑے بڑے صحابہ بعض آیتوں کی تفسیر یا مفہوم کی تعیین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے استفادہ کرتے اور اپنے شاگردوں کو ان کی طرف راغب کر دیتے، ایسے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کو دینی مسائل کی گہرائی اور خصوصی فہم کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے نوازا اور امت نے بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنی فقہ کا مرجع اور بنیادی ماخذ بنالیا وغیر ذلک۔

اِسی طرح کی بہت سی مثالیں مختلف علوم وفنون میں اصحابِ کمال کو امام ورہبر بنا لینے کی ملتی ہیں جس کی تفصیل میں جانا اور ہر فن کے ماہر وباکمال کا تذکرہ مضمون کو غیر معمولی طول دیدے گا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی چند مثالیں بھی مقصد کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لیے کافی ہیں۔

اِسی بنیاد پر کہ" ماہرِ فن سے استفادہ کیا جائے" ہمارے اکابرین اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے نیز اپنی اولاد اور شاگردوں کو بھی اسکی تلقین فرماتے اور جب کسی علم وفن کی تدریس کا موقع ملتا تو اس فن کا گہرائی سے مطالعہ کر کے اچھی طرح مناسبت پیدا کر کے، خود اچھی طرح سمجھ کر پھر طلبہ کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے وہ انداز اپنا کر تدریس فرماتے، جس کے نتیجہ میں کیسے ماہر علماء؛ امت کو نصیب ہوتے اس سے ہماری تاریخ بھری ہوئی ہے، نیز تدریس میں طلبہ کی فہم کی سطح کو مدِّ نظر رکھنا اور انکی نفسیات سے آگاہ ہو کر ان کا خیال رکھنا، تنبیہ وتادیب میں اعتدال، طلبہ کے ساتھ ہمدردی وشفقت، محنت وعرق ریزی وغیرہ جیسے اہم امور بھی ہمیں قرآن وسنت، صحابہ اور اسلاف کے طرقِ تعلیم وتربیت میں بکثرت مل جاتے ہیں، **فللّٰہ الحمد!**

شعبہ تدریس میں مہارت وکمال کی اہمیت کے پیشِ نظر ہی ملکی وعالمی سطح پر تدریس سے وابستہ ہونے والوں کے لئے علمی مہارت اور نفسیات اور طریق تدریس سے واقفیت کے لئے باضابطہ کورسس اور تربیت گاہیں متعین ہیں کہ جب تک وہ کورسس پورے نہ ہوجائیں تدریس کا موقع نہیں ملے گا، یہی نہیں بلکہ بعض شعبے ایسے بھی ہیں جہاں شعبہ تدریس سے وابستہ ہونے کے باوجود وقتاً فوقتاً کسی نئے طرزِ تدریس سے واقف کرانے کے لئے یا کسی نئی کتاب یا نئے نصاب کے تعارف اور اسکے خاص طریقہ تدریس کی تربیت کے لئے قدیم اساتذہ کو بھی مکلف بنایا جاتا ہے، اس حوالہ سے مجھے ایک مختصر واقعہ یاد آرہا ہے کہ امریکہ میں قیام کے دوران ایک معمر ساتھی مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور کہا کہ راستہ میں فلاں کالج کے کانفرنس ہال میں مجھے لازمی طور پر ایک لکچر میں شریک ہونا ہے، آپ گاڑی میں آرام کیجئے میں لکچر کے ختم پر آپ کو لیکر جاؤں گا، جب وہ آئے اور ہم وہاں سے جانے لگے تو احقر نے پوچھا کہ اس میں شرکت لازمی کیوں تھی؟ انہوں نے جواباً کہا کہ میں فلاں جگہ تدریس کرتا ہوں اور ہمیں اس قسم کے نئے موضوعات پر یا نئی کتابوں پر اور اسکے طریقِ تدریس پر لکچر دیا جاتا ہے اور اسمیں شرکت کو ضروری قرار دیا جاتا ہے۔

قارئین با تمکین ! مدارس دینیہ و مکاتب اسلامیہ سے وابستہ مدرسین و معلمین میں بے شمار با کمال گزرے ہیں اور الحمد للہ موجودہ دور میں بھی بہت سے با کمال پائے جاتے ہیں؛ لیکن ماضی کے مقابلہ میں موجودہ دور میں با کمال افراد کا تناسب کم ہے اور طلبہ میں عدم دلچسپی وغیرہ کے سبب علمی انحطاط روز افزوں ہے اور ''نیم چڑھا کریلہ'' محاورہ کے بمصداق ناتجربہ کار، ناقص معلمین کے نتیجہ میں، یہ انحطاط اور بھی تیزی پکڑ رہا ہے، ایسی صورت حال میں انتہائی ضروری ہو جاتا ہے کہ تدریس کی خدمات سے وابستہ ہونے کا شوق رکھنے والے علماء اور مدارسِ دینیہ کے ذمہ دار حضرات دونوں ہی اس طرف توجہ فرمائیں، مدرسین تدریس میں صفتِ کمال واحسان پیدا فرما کر یا کمال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس عظیم و مقدس خدمت سے وابستہ ہوں، ایسے ہی ذمہ دارانِ مدارس بھی ایسے ہی تربیت یافتہ علماء کو تدریس کے لئے ترجیح دیں یا موجود اساتذہ ہی کے لئے کچھ ایسے کورس یا تربیتی و تدریبی مجالس کا اہتمام فرمائیں جن میں مختلف فنون کے پڑھانے کے طریقے اور مفید انداز بتائے جائیں نیز طلبہ کی نفسیات سے واقفیت کے لئے اور شخصی طور پر بھی تزکیہ واحسان کی تکمیل کے لئے طلبہ کے حق میں مفید و بافیض بنانے والے محاضرات، مقالے یا عملی نمونے ان اساتذہ کے سامنے آتے رہیں۔ بالخصوص نو فارغ علماء جو تدریسی خدمات کا نیا سفر شروع کر چکے ہیں یا ارادہ رکھتے ہیں ان کے لئے تو تدریب المعلمین جیسے اجلاسات اور فن تدریس اور طلبہ کی نفسیات سے واقفیت بخشنے والے محاضرات اور کس فن کو کس نہج سے پڑھایا جائے اس کا شعور دینے والی کتب کا مطالعہ اور اسی نہج کے مطابق تدریس کو لازمی قرار دینا خود ان کے لئے بھی مفید ہے اور طلبہ عزیز کے لئے بھی نافع تر ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے ذمہ دارانِ مدارس کو اس کی اہمیت سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم قارئین ! زیرِ نظر کتاب ''فقہ اور اصول فقہ کی تدریس'' اساتذہ کرام کو اسی صفتِ مطلوبہ پر لانے کی محنتوں اور کوششوں میں سے ایک ہے کہ علمِ فقہ جو قرآن وسنت اور دلائل شرعیہ سے حاصل شدہ علوم کا خلاصہ وعطر کہلاتا ہے، ایسے فنِ عزیز کو ہم کیسے پڑھائیں؟

کہ اساتذۂ عظام باکمال ہوکر طلبہ کو کسی طرح ماہرانہ طور پر پڑھا کر طلبہ کو بھی اس فن سے مناسبت پیدا کردیں۔

میرے ناقص مطالعہ کے حوالہ سے یوں کہا جاسکتا ہے کہ دینی مدارس کے اساتذۂ کرام کے لئے ایسی کوششیں بہت کم ہوئی ہیں بالخصوص ہند میں کہ مختلف فنون کو موضوع بنا کر اس کی تدریس کے طرق اور مفید تدابیر اور معاون کتب کی رہنمائی کرتے ہوئے؛ اس فن کی درجہ بندی کے ساتھ بتدریج سکھلایا گیا ہو کہ یہ فن اس طرح پڑھایا جانا چاہئیے۔ اِس کتاب کو مصنفِ محترم نے پانچ ابواب میں منقسم فرمایا ہے:

(۱) بابِ اول میں انتہائی قیمتی اصول و ضابطے مرقوم ہیں، اِس باب کو دو حصوں میں بانٹا گیا ہے، ایک حصہ وہ ہے جس میں استادِ محترم کسی بھی فن کی تدریس کے لئے ذاتی کمال کے لئے کیا کرے؟ اس حوالہ سے چھ مفید تدابیر بتائی گئی ہیں۔

اور دوسرے حصہ میں سات ایسے طریقے بنائے گئے ہیں جن کو اپناتے ہوئے طلبہ عزیز کو پڑھانا ہے، انتہائی مفید اور قیمتی تدابیر ہیں، اِس باب میں مصنف زیدعلمہ نے ہندو پاک کے مختلف علماءِ کبار کے اندازِ تدریس اور ان کے اقوال وغیرہ کو جمع فرمایا ہے کچھ قیمتی اقوال یہ ہیں: علامہ شمس الحق افغانیؒ نے فرمایا کہ مدرس کو تین مرتبہ مطالعہ کرنا چاہئے پہلی مرتبہ فہم (خود کی سمجھ) کے لئے، دوسری مرتبہ اِفہام (دوسروں کو سمجھا سکنے کیلئے) تیسری مرتبہ اِفہام کی تسہیل (سمجھا سکنے کو آسان بنانے) کے لئے۔ اِسی طرح حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ نے شاگردوں کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب! (جب بھی تم پڑھانے لگو) فن دیکھ کر (فن میں مہارت و مناسبت پیدا کرکے) پڑھانا (صرف) شرحیں دیکھ کر مت پڑھانا الخ نیز اکابرینِ دیوبند و اساتذۂ متقدمین کے مختلف علومِ اسلامیہ ہی میں نہیں بلکہ دیگر علومِ عصریہ میں بھی مہارتوں کا تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ انگریز پروفیسر کا دیوبند کے دورے کے دوران وہاں کے اساتذہ کا علومِ عصریہ میں بھی ماہر ہونا دیکھ کر اس کے متحیر ہونے اور تعریف کرنے وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

غیروں کا ہمارے اکابرین سے متاثر ہونا، متحیر ہونا تاریخِ اسلام کے اوراق میں بھرا ہوا ہے، کیوں نہ ہو؟؟ اس لئے کہ اہلِ اسلام: مذہبیات میں ہی نہیں بلکہ فلسفہ، علومِ جدیدہ، طب وجغرافیہ، فلکیات وغیرہ میں یورپ سے بہت پہلے ترقی کر چکے تھے اور یورپ ان دنوں میں انتہائی پستی کا شکار تھے پھر دھیرے دھیرے یورپی اہلِ علم نے مسلم سائنس دانوں اور ان کے علمی کارناموں کے ترجمے کروا کر پڑھنا پڑھانا شروع کیا پھر مسلمانوں میں" لذتِ ایجاد کی کمی" علمی وفکری انحطاط کا دور آیا اور غیروں کا غیر معمولی محنتوں اور تجربات کے ذریعہ سائنسی اور صنعتی عروج کا دور شروع ہوا، جو تا حال جاری ہے؛ لیکن ان سب ایجادات کے پیچھے بہت سے مسلم اطباء یا سائنس دانوں اور مختلف فنون کے ماہرین ہی کی بنیادی خدمات کارفرما ہیں، یہ خلاصہ ہے امریکی یونیورسٹیوں کے تاریخ کے پروفیسرس کے اعترافات کا جو the empire of faith نامی ڈاکومینٹری میں موجود ہے، احقر نے جس کو دیکھا ہے۔

(۲) بابِ دوم میں قابل مصنف نے کتبِ فقہ کی تدریس کے طریقہ کار سے بحث کی ہے، اس میں بھی انتہائی معقول ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے، پہلے اردو فقہ کی کتب پھر فارسی فقہ کی کتب پھر عربی زبان میں فقہ کی ابتدائی سطح کی کتب، بعدہ فقہ کی عربی میں بڑی کتب جس میں ہر مسئلہ پر نقلی وعقلی دلائل سے بحث ہوتی ہے؛ ان کا ذکر فرمایا ہے، درجہ بدرجہ کتابوں کے نام مصنفین کے نام مع تاریخِ وفات، اس کتاب کی بعض اہم خصوصیات وفوائد پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) بابِ سوم میں فاضل مصنف نے اصولِ فقہ کی تدریس کے طریقوں پر روشنی ڈالی ہے اور اس میں بھی اس فنِ دقیق کی ابتدائی کتب سے لے کر انتہائی کتب کو پڑھانے کے انداز وغیرہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور قیمتی مواد فراہم کیا ہے، ان کتب کے ساتھ ساتھ مصنفین کے نام مع تاریخ وفات اور کتاب کے خواص وغیرہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

(۴) زیرِ نظر کتاب کا چوتھا باب فقہ اور اصولِ فقہ کے نصاب سے متعلق چند

گزارشات پر مشتمل ہے، اِس باب میں لائق مصنف نے درسِ نظامی کی ابتدائی تاریخ اور پھر اسمیں تقاضائے زمانہ کے حساب سے ضروری تبدیلیوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے، یہ بھی ایک قیمتی اور حساس موضوع ہے، اہلِ مدارس کے لئے اور اب ہندو پاک کے اکثر مدارس جس نہج یا نصاب کو لیکر چل رہے ہیں اس کے متعلق بھی تبدیلیوں کی ضرورت کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے اور بعض بزرگوں کے اقوال بھی نقل فرمائے ہیں: مثلاً حضرت علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تین تبدیلیاں ناگزیر ہیں (۱) تخفیف یعنی نصاب مختصر کیا جائے (۲) تیسیر یعنی نصاب کو آسان بنایا جائے (۳) ترمیم و اصلاح یعنی غیر اہم فنون کو ساقط کر کے جدید مفید علوم کا اضافہ کر دیا جائے۔

یقیناً ہمارے بزرگ تجربہ کار علماء کی آراء سر آنکھوں پر، لیکن جیسے نصاب کے متعلق جدید تبصروں اور کچھ مناسب تبدیلیوں کو شجرِ ممنوعہ نہیں قرار دیا گیا، ایسے ہی ہمیں بھی اس موضوع پر آنے والی مختلف آراء پر تبصرہ کا حق حاصل ہے، ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ دینی مدارس کی تین ترتیبیں ہوں (۱) قاعدہ، ناظرہ، اردو دینیات وغیرہ کے ساتھ عصری علوم کا نصاب چلتا رہے کم از کم اس کلاس تک یا اس عمر تک جس عمر تک حکومتیں مکلف بنا رہی ہیں کہ علومِ عصریہ بھی پڑھائے جائیں (۲) دوسرے مرحلہ میں علومِ دینیہ کے تفصیلی علوم کی ترتیب: اس میں بڑی عمر کے طلبہ یا ایسے طلبہ جن کے گھریلو تقاضے زیادہ سال پڑھائی پر دینے کے لئے تیار نہ ہوں تو ایسے طلبہ کیلئے یہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ والا فارمولہ پانچ یا چھ سالہ کورس مناسب رہے گا۔(۳) دینی علوم کو تفصیل سے پڑھنے کا ارادہ رکھنے والے طلباء کے لیے کوئی تخفیف نہ ہو، جن کی عمر بھی مناسب وموزوں ہے کہ تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں، کوئی گھریلو تقاضے بھی نہیں ہیں کہ پڑھائی چھوڑ دو یا پڑھائی مختصر کر دو تو ایسے طلبہ کو تو درسِ نظامی کی پوری تکمیل کے ساتھ موقع ہو تو تخصصات کے لے بھی چند سال لگانا چاہئے، فنون میں مہارت کے لئے بھی کچھ وقت لگانا چاہیے، اس لئے کہ متداول درسِ نظامی سے موجودہ دور کے طلبہ میں بالعموم وہ صلاحیت وکمال پیدا ہی نہیں ہو رہا ہے جو مطلوب ہے، ہزاروں طلبہ ہر سال تفصیلی

نصاب سے فارغ ہورہے ہیں پھر بھی مدارسِ دینیہ کو کتبِ عالیہ تو چھوڑو!! درمیانی درجات کی کتب کو بھی پڑھانے کی اہلیت والے نہیں مل رہے ہیں، صلاحیتوں کے اِس دورِ انحطاط میں نصاب میں تخفیف وغیرہ سے تو اور بھی علمی بانجھ پن پیدا ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ اِس امت کو علم کے ہر شعبہ میں کمال والا اور ثمر آور بنائے آمین۔

معتبر ذرائع سے مسموع ہوا ہے کہ روافض کا مذہبی نصاب ۲۲ سال پر مشتمل ہے نیز دیگر فرقِ ضالہ کے مدارس میں چار ترتیبیں ہیں: ۱۔مولوی ۲۔ عالم ۳۔ فاضل ۴۔ کامل۔ تو علماءِ حقہ کے مدارس میں ہی نصاب کی تخفیف وغیرہ جیسے مسائل کیوں کھڑے ہورہے ہیں؟ احقر کی رائے سے صاحبِ کتاب یا دیگر قارئین کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ احقر کو اپنے ہی رائے کے درست ہونے کا زعم ہے، ایک رائے ہے گر قبول افتد زہے عز وشرف نیز اسی باب میں مصنف مدظلہ نے مختلف مدارسِ اسلامیہ میں تخصص فی الافتاء کے نظام و نصاب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے، یہ بھی بہت مفید اور معلومات افزاء ہے، نئے مدارس جو اِس شعبہ کو قائم کرنا چاہیں وہ اس کتاب کی مدد سے بآسانی ایک جامع نصاب ترتیب دے سکتے ہیں۔

(۵) زیرِ نظر کتاب کا پانچواں باب: فاضل مصنف کی گویا سوانحِ حیات ہے، جس میں بالخصوص تعلیمی ادوار کا تذکرہ ہے، مصنف کے اکثر بلکہ سب ہی اساتذہ کرام کا ذکر ہے نیز موصوف کے دیگر ۱۴ قیمتی کتابوں کا نام درج ہے- بالخصوص طہارت ونماز کے مسائل پر مشتمل کتاب کو مصنف نے قرآن وسنت سے مدلل بھی فرمایا ہے اور غیر مقلدین کا اچھا تعاقب فرمایا ہے، فقہ کی اہمیت اور تقلید کی ضرورت پر بھی قیمتی کلام فرمایا ہے، بہت پہلے مطالعہ کا موقع نصیب ہوا تھا- گویا موجودہ دور کے طلبہ عزیز کے سامنے مصنف مدظلہ کا تعلیمی دور، تدریسی خدمات اور تصنیفی خدمات ایک زندہ نمونۂ حسن ہے کہ وہ بھی اپنی علمی وعملی زندگی کے لئے انہیں مشعلِ راہ بنا سکتے ہیں، مصنف موصوف اپنے اساتذہ واکابرین کی طرح سادہ طبیعت ومنکسرانہ مزاج کے حامل ہیں، بہت سی تدریسی وتصنیفی صلاحیتوں کے باوجود سادگی

سے رہتے ہیں، کوئی تکلف نہیں، تصنّع نہیں، پُرتکلف پہناوا نہیں، یہی تو ہمارے اسلاف کا انداز ہے، احقر کی نظر میں تو موصوف دکن کے علمی تاج کا ایک قیمتی ہیرا ہیں۔

اللہ عزوجل ان کے اِس علمی سفر کو اور بھی کمالات سے مزین فرمائے، زیرِ نظر کتاب کو اہلِ مدارس کے لیے، اساتذہ کے لئے، طلبہ عزیز کے لئے، اسلامی مطالعہ کے شوقین احباب کے لیے، مفید و نافع بنائے آمین این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

فقیر محمد ظلال الرحمن فلاحی غفرلہ

خادم لجنۃ العلماء و جامعہ احیاء العلوم

۱۰/رجب المرجب ۱۴۴۶ھ م ۱۱/جنوری ۲۰۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ از مؤلف

’’لجنۃ العلماء‘‘ حیدرآباد دکن کے علماء کی ایک نمائندہ تنظیم ہے، مقامی طور پر طلبہ اور نو فارغین کی علمی وعملی رہنمائی کے مقصد سے وہ مختلف پروگرامز منعقد کرتی ہے، تقریری وتحریری مسابقہ جات کے انعقاد کے ذریعے ان میں اِس حوالے سے فکر وشعور بیدار کرتی ہے اور ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کی کوشش کرتی ہے، چند سال سے لجنۃ نے معلمین اور معلمات کی تدریب کا سلسلہ بھی شروع کیا ہوا ہے، جس میں شہر اور اضلاع سے اساتذہ وعلماء شرکت کرتے ہیں اور مذاکرہ کا ایک اچھا ماحول قائم ہوتا ہے۔

۱۴۴۵ھ کے ماہِ ذوالقعدہ کے اواخر میں لجنۃ نے تدریب المعلمین کا ایک اجلاس رکھا، اُس میں بحیثیتِ محاضر بندے کو مدعو کیا، اِس طرح کے اجلاس کے شرکاء وسامعین چونکہ مختلف مدارس کے اساتذہ ومعلمین ہوا کرتے ہیں اور بسا اوقات ان میں اپنے اپنے مدرسوں کی انتظامی مصلحت کے پیشِ نظر بہت سارے ایسے حضرات بھی شریک ہوجاتے ہیں جن کا علم وتجربہ خود محاضر سے بھی زیادہ ہوتا ہے، اِس لئے بندے کو اوّلاً اِس دعوت کے قبول کرنے میں تامّل تھا، لیکن چونکہ اِس کے داعی مخدومِ مکرم حضرت اقدس مولانا شاہ محمد ظلال الرحمٰن صاحب فلاحی دامت برکاتہم (صدر لجنۃ العلماء) تھے، اِس لئے انکار کی ہمت نہیں ہوئی اور بندے نے یہی سوچ کر کے اِس دعوت کو قبول کرلیا کہ ان بزرگوں کی توجہات سے ان شاء اللہ کچھ مفید باتیں سامنے آجائیں گی، پھر رفیقِ محترم حضرت مولانا محمد عبید الرحمٰن صاحب حسامی مدظلہ (خازن لجنۃ العلماء) سے اِس سلسلے میں رابطہ ہوا اور اجلاس کا تفصیلی نظام العمل معلوم ہوا اور الحمد للہ اِس کے مطابق محاضرہ بھی ہوا۔

بندے کو جو موضوع دیا گیا تھا، اس کا عنوان تھا: **’’فقہ اور اصولِ فقہ کی تدریس کا طریقہ کار‘‘** محاضرے کی تیاری کے لئے بیس بائیس دن کا موقع تھا، اِس دوران بندے نے انٹرنیٹ اور دیگر معلوماتی ذرائع سے مواد جمع کرنا شروع کیا، شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی

صاحب دامت برکاتہم کا مختصر سا رسالہ: درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھائیں؟ اِس موضوع پر ماخذِ اوّل اور حرفِ آخر مانا گیا ہے، چنانچہ بنیادی طور پر اس کو پیشِ نظر رکھا گیا، اِس کے علاوہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے برقی شمارے بینات سے بھی استفادہ کیا گیا، مفتی شاد محمد شاد کے مفید اشاریئے اور دیگر بہت ساری کتابیں سامنے رہیں۔

وقتی طور پر تو ایک گھنٹے کے محاضرے کے لئے جتنے مواد کی ضرورت تھی، صرف اسی کے بقدر حصے کو مرتب کیا گیا اور بقیہ حصے کے اشارات لکھ لئے گئے، محاضرے کے بعد بھی اِس پر غور وفکر اور تلاش وتحقیق کا سلسلہ جاری رہا، پھر جب یہ محسوس ہوا کہ تدریس کے رہنما اصولوں کے ساتھ ساتھ؛ فقہ اور اصول فقہ کے طلبہ کے لئے ان کی تعلیمی ضرورت کے بقدر مواد مہیا ہو چکا ہے تو اُس کی ترتیب اور کمپوزنگ شروع کر دی گئی، اِس طرح زائد از سو صفحات پر مشتمل یہ رسالہ تیار ہوا۔

اِس رسالہ کے ابتدائی تین باب تو براہِ راست موضوع سے متعلق ہیں، بابِ چہارم بھی گویا اس کا تکملہ ہے، رسالہ کی ترتیبِ اول میں یہ باب شامل نہیں تھا، بعد ازاں امین الفقہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم کی گرانقدر رہنمائی سے اس اہم باب کا اضافہ کیا گیا۔

بابِ پنجم میں بندے نے اپنی تعلیمی و طالبِ علمی کے سفر کی مختصر سی روداد اور اپنے اساتذہ کے تذکرے کو بھی شامل کر لیا ہے، یہ ایک لحاظ سے اگر چہ موضوع سے غیر متعلق ہے، تاہم بالکل بے جوڑ بھی نہیں، بندے نے اسلئے بھی اِن باتوں کو رقم کر دیا ہے؛ تا کہ یہ چیز اس کے اور اس کے متعلقین کے لئے ایک حسین و دلآویز یادداشت کے طور پر محفوظ ہو جائے اور عجب نہیں کہ دنیا وآخرت میں اس کے فوائد و برکات بھی ظاہر ہوں!

یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل ورحمت ہے کہ بندے کی تدریس کے بیس سال مکمل ہو چکے ہیں، پروردگارِ عالم سے یہی دعا ہے کہ بقیہ زندگی بھی اخلاص وعافیت کے ساتھ طالبانِ علوم دینیہ کی خدمت میں پوری کر دے اور اس کو ذریعہ نجات بنا دے آمین۔

اِس موقع پر بندے اپنے والدین ، اساتذہ واحباب اور خاندان کے جملہ عزیز واقارب اور بزرگوں کا شکرگزار ہے کہ جن کی دعائیں ،توجہات اور شفقتیں وتعاون بحمد اللہ ہمیشہ بندے کے شاملِ حال رہا ہے، خاص طور پر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب دامت برکاتہم نے نہ صرف اِس رسالہ پر نظرِ ثانی فرمائی بلکہ علم وتحقیق سے لبریز تقریظ عنایت فرما کر اِس رسالہ کو اعتبار عطا فرمایا، اِسی طرح مخدومی ومحترمی حضرت اقدس مولانا شاہ محمد ظلال الرحمٰن صاحب فلاحی دامت برکاتہم العالیہ نے نہایت ہی مفید اور تفصیلی تحریر عنایت فرمائی جو بجائے خود اِس موضوع پر ایک قیمتی مقالہ اور زیرِ نظر رسالہ پر ایک مکمل تبصرہ ہے۔

اِس موقع پر بندہ مہتمم جامعہ حضرت مولانا محمد حسام الدین ثانی جعفر پاشا صاحب دامت برکاتہم اور ناظم جامعہ جناب مفتی محمد عظیم الدین جنید انصاری صاحب زید مجدہم کا شکریہ ادا کرنا اخلاقی فریضہ سمجھتا ہے جن کی توجہات کی بناء پر نہ صرف علمی کاموں کے انجام دینے کا حوصلہ ملتا ہے بلکہ ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں بھی جامعہ کے علمی وتحقیقی ماحول سے بڑی سہولت ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شایان شان اجر وثواب عطا فرمائے اور ان تمام نیک نفوس کی برکت سے اِس رسالے کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائے۔آمین

العبد

محمد مکرم محی الدین حسامی قاسمی

۲۶ / رجب المرجب ۱۴۴۶ھ م ۲۶ / جنوری ۲۰۲۵ء

منصبِ تعلیم وتدریس

تعلیم وتدریس کا منصب نہایت عظیم الشان منصب ہے، نبی پاک ﷺ نے اسے اپنے بعثت کے مقاصد میں سے شمار فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: **إنما بعثت معلما** (سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء: ۲۲۹) جو حضرات اخلاص کے ساتھ اِس مبارک مشغلہ میں لگے ہوئے ہیں، وہ نہ صرف اللہ کے منتخب بندے ہیں؛ بلکہ علم کے ساتھ ساتھ ولایت کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، ارشادِ ربانی ہے: پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا تھا۔ (الفاطر: ۳۲) حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں: جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کے علوم کا مشغلہ اخلاص کے ساتھ نصیب فرمایا یہ اس کی علامت ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ اولیاء ہیں۔ (معارف القرآن: ۳۴۸/۷)

رسول اللہ ﷺ کا جس طرح دیگر اوصاف میں کوئی ثانی نہیں، شانِ معلمی میں بھی آپ کی کوئی مثال نہیں، نرمی وشفقت، مضامین کی حسنِ ترتیب، کلام کی عمدگی، متعلمین کی نفسیات کی رعایت، ان کی ذہنی سطح کا لحاظ، مناسب تمثیلات کا استعمال، محسوس مثالوں اور نقشوں کے ذریعے تفہیم جو کامیاب تدریس کے لوازمات سمجھے جاتے ہیں؛ ذاتِ رسالت مآب ﷺ میں یہ سب اِس کمال کے ساتھ موجود تھے کہ اُن سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا، حضرت معاویہ بن حکم السُلمی کا بیان ہے کہ: میں نے نہ آپ سے پہلے کبھی کسی ایسے معلم کو دیکھا ہے جس کا طرزِ تعلیم آپ سے عمدہ ہو اور نہ بعد میں کبھی دیکھا ہے۔ (مسند احمد: ۲۳۸۶۲)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں رسول ﷺ کے کلام و بیان کی کیفیت کے سلسلے میں جو روایات نقل کی ہیں، ان سے کلامِ رسول کی یہ خصوصیات مستفاد ہوتی ہیں:

(۱) کلام میں اعلیٰ درجہ کا وقار اور ٹھہراؤ پایا جاتا تھا، لگاتار (ایک ہی سانس میں) یا جلدی جلدی نہیں ہوا کرتا تھا۔

(۲) ترتیب اتنی شاندار ہوا کرتی تھی کہ ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوا کرتا تھا، مخاطب کو بات سمجھنے میں ذرہ برابر دشواری نہیں ہوتی تھی اور بات خوب اچھی طرح ذہن نشین ہوجایا کرتی تھی۔

(۳) اندازِ بیان نہایت واضح اور جامع ہوا کرتا تھا۔

(۴) لب ولہجہ میں کسی قسم کی تعقید وتکلف کا نشان تک نہ ہوتا تھا۔

(۵) مضمون کے بیان کرنے کے لئے زبانِ مبارک سے جو جملے نکلتے تھے، وہ اِس قدر متوازن ہوا کرتے تھے کہ ان میں نہ کوئی حرف زائد و بے ضرورت ہوتا اور نہ ہی کوئی حرف کم محسوس ہوتا۔

(٦) جہاں ضرورت ہوتی وہاں کلام کو تین تین مرتبہ دہراتے ۔ (دیکھئے: خصائلِ نبوی ترجمہ وشرح شمائل ترمذی از شیخ زکریا، ص:۲۲۸، ۲۲۹)

خطباء وواعظین اور مدرسین اگر اِس اسلوبِ نبوی کی پیروی کریں تو ان کی خدمات میں نہ صرف قبولیت کی شان پیدا ہوگی؛ بلکہ قوموں کی تعمیر وترقی کی راہیں بھی ہموار ہوں گی۔

بابِ اول

عام اصولِ تدریس

تدریس کے اصول وضوابط کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(الف) درس کی تیاری کا مرحلہ

(ب) درس کی پیش کشی کا مرحلہ۔

(الف) درس کی تیاری کا مرحلہ: چھ اصول

(۱) عبارت کی تحلیل وتجزیہ

عبارت خوب اچھی طرح حل کرے یعنی وجوہِ اعراب دیکھے، لغات دیکھے، محذوفات ومتعلقات کی تعیین کرے، عبارت میں اگر کوئی دخلِ مقدر ہو تو اس کو مع جواب مستحضر کرے، عبارت میں کوئی پیچیدگی یا تسامح ہو تو اس کو بھی اپنے حافظے کی گرفت میں لے، قیودِ احترازیہ اور قیودِ اتفاقیہ کا اچھی طرح ادراک کرے، تحت اللفظ اور بامحاورہ دونوں اعتبار سے ترجمے کی تیاری کرے، عربی مترادفات کا ترجمہ اردو مترادفات سے کرے، دو یا تین عربی مترادفات کا مجموعی طور پر ایک ترجمہ کرنے سے بسااوقات طلبہ تشنگی محسوس کرتے ہیں، جیسے: جلالین میں سورۂ توبہ کے پہلے رکوع میں ہے: **واحصروهم فی القلاع والحصون** اب اگر ان دونوں الفاظ کا ملا کر صرف ایک ترجمہ کیا جائے کہ ''ان کو گھیر و قلعوں میں'' تو طلبہ سمجھتے ہیں کہ ایک لفظ کا ترجمہ رہ گیا ہے، اس لئے یوں ترجمہ کریں ''ان کو گھیر و قلعوں میں اور گڑھیوں میں''

عربی زبان کی وسعت کی بنا پر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جن الفاظ کو باہم مترادف خیال کیا جارہا ہے، ان میں کوئی نہ کوئی فرقِ لطیف ضرور ہوتا ہے، ایسے مواقع پر اس فرق کو واضح کرکے عربی زبان کی عظمت ووسعت طلبہ کے سامنے اجاگر کرنا چاہیے، عبارت کا ترجمہ کرنے میں کبھی یہ دشواری بھی پیش آتی ہے کہ ایک ہی جملہ میں دو تین جگہ حروف جارہ آجاتے ہیں، ایسی صورت میں سب کا ترجمہ ''سے'' سے نہ کرایا جائے؛ بلکہ تعبیر بدل بدل کر کہیں ''سے'' کہیں ''ذریعے'' کہیں ''مقابلے'' وغیرہ سے کروایا جائے؛ تاکہ عبارت کی روانی وخوبصورتی بھی باقی رہے اور طلبہ کی دلچسپی بھی۔

(۲) سبق پر بھرپور قدرت

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

استاد سبق کی ایسی تیاری کر کے آئے کہ وہ سبق اس کو زبانی یاد ہو، مختلف عنوانات سے وہ طلبہ کو سمجھانے پر قادر ہو، ایسا نہ ہو کہ کتاب کے تابع ہو کر وہ بات کر رہا ہے، کتاب ہٹا دی جائے تو وہ سبق کے بیان کرنے سے قاصر ہو، پورا سبق استاد کو خود اپنے ذہن میں پورے طریقے سے محفوظ کر کے درسگاہ میں آنا چاہئے، اور سبق کی تقطیع کر کے سمجھانا چاہئے، یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور یہاں سے لے کر یہاں تک یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد پھر جزء اول کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے، دوسرے جزء کا خلاصہ بھی نہایت آسان عنوان سے بیان کرے، پھر اس کے بعد کتاب پر منطبق کرے، اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو طالبعلموں کو بہت سہولت اور آسانی ہوتی ہے، ہم نے اپنے بعض اساتذہ کو دیکھا کہ ان کو سبق پڑھانے کے لئے کتاب کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، ''بیضاوی شریف''، ''توضیح تلویح''، اسی طریقے سے ''خیالی'' جیسی مشکل کتابیں استاد کتاب سامنے رکھے بغیر پڑھاتے تھے اور وہ طالبعلموں پر اپنی ایسی گرفت قائم کر لیتے تھے کہ طالبعلموں کو نماز میں وسوسے آسکتے ہیں، دعا کے وقت وسوسے آسکتے ہیں؛ لیکن ان کے سبق میں بالکل وسوسہ نہیں آتا تو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ طلبہ ان کے سبق کو خوب یاد کرتے تھے اور ان کے سبق میں حاضری کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ (رموز تدریس و تربیت، ص: ۶۴)

(۳) تکرارِ مطالعہ

درس کو قابو میں کرنے کے لئے ایک سے زائد بار مطالعہ کرے، اس سلسلے میں نابغۂ عصر حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اساتذہ کے درمیان معروف ہے کہ مدرس کو

تین مرتبہ مطالعہ کرنا چاہیے : پہلی مرتبہ فہم کے لیے، دوسری مرتبہ : افہام کے لیے اور تیسری مرتبہ تسہیل افہام کے لیے۔

(۴) فن دیکھ کر پڑھانا

استاذ اپنے مطالعہ کو زیرِ درس کتاب اور اس کی شروحات تک محدود نہ رکھے ؛ بلکہ فن میں گہرائی و گیرائی پیدا کرے اور اس فن کی ہر چھوٹی بڑی کتاب کو بتدریج اپنے مطالعہ کے میز پر لاتا رہے، یہاں تک کہ انتہاء تک پہنچ جائے ،ترجمہ وتفسیر ؛متعلق ہو تو مطالعہ کرتے کرتے ''تفسیر ابن کثیر''، ''تفسیر قرطبی'' اور ''تفسیر کبیر'' تک پہنچ جائے ،حدیث میں ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' تک ، فقہ میں ''بدائع'' اور ''شامی'' تک ، اصول فقہ میں ''اصول الشاشی'' سے لے کر علامہ علاء الدین بخاری کی ''کشف الاسرار شرح اصول البزدوی'' اور علامہ ابن الہمام کی ''التحریر فی اصول الفقہ'' اور ابن امیر الحاج الحلبی کی ''التقریر والتحبیر علی التحریر فی اصول الفقہ'' اور علامہ عبد العلی سہالوی کی ''فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت'' تک جا پہنچے۔

مفتی امین پالن پوری صاحب دامت برکاتہم اپنے برادرِ کبیر محدث العصر حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> برادرِ محترم جب مدرس ہو کر راندیر (سورت) جارہے تھے، اس وقت حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی قدس سرہ نے نصیحت کی تھی کہ: مولوی صاحب! فن دیکھ کر پڑھانا، شرحیں دیکھ کر مت پڑھانا، علم آئے گا، اور طلبہ کو اپنی اولاد سمجھنا، وہ تم سے محبت کریں گے، اور سنت کی پیروی کرنا، لوگوں کے دلوں میں وقعت پیدا ہوگی؛ اِس لئے موصوف کے مطالعہ کا طریقہ یہ تھا کہ جو کتاب آپ پڑھاتے تھے، صرف اس کی شروحات پر اکتفا نہیں کرتے تھے؛ بلکہ پورے فن کا مطالعہ کرتے تھے، یعنی فن کی چھوٹی بڑی تمام کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، اور اللہ جل شانہ نے آپ کو تفہیم وتسہیل کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا؛ اس لئے جو بھی کتاب پڑھاتے تھے اس کو

نہایت آسان اور مرتب انداز میں سمجھاتے تھے اور سبق کے دوران ایسے ایسے نکات بیان فرماتے تھے کہ طلبہ آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو علم لدنی سے نوازا ہے؛ مگر یہ علم لدنی کثرت مطالعہ اور غور و فکر کا ثمرہ تھا، جاہل و کاہل کو اللہ تعالی علم لدنی سے نہیں نوازتے۔ (حیاتِ سعید، ص: ۷۳)

(۵) عقبات کا علم ہونا

استاذ کو زیرِ درس کتاب کے عقبات یعنی مشکل مقامات کا علم بھی ہونا چاہئے؛ تاکہ وہ اس کی تیاری خصوصی اہتمام کے ساتھ کر سکے اور طلبہ کو قابلِ ہضم طریقے پر پیش کر سکے، یہ حقیقت ہے کہ ہر فن کی چھوٹی سے لے کر بڑی کتاب تک اِس طرح کے پیچیدہ مباحث پائے جاتے ہیں جہاں دماغ کی چولیں ہلنے لگتی ہیں اور جگر پانی ہونے لگتا ہے، جیسے منطق میں موجہات اور بسائط و مرکبات کی بحث، بلاغت میں ماأنا قلت کی لمبی بحث، عقائد میں صفاتِ باری تعالیٰ کے عینِ ذات وغیرِ ذات ہونے یا نہ ہونے کی بحث، صفتِ تکوین کی بحث اور فقہ کی کتابوں میں دعویٰ، شہادت اور وقف و بیوع کے ابواب، یہاں استاذ کا کمال یہ ہے کہ وہ اِس قسم کے مشکل مقامات کو ایسا آسان بنا کر پیش کرے کہ سبق کے مکمل ہونے تک طلبہ کو یہ احساس تک نہ ہو کہ آج دورانِ درس انہوں نے ایک انتہائی مشکل گھاٹی کو سَر کیا ہے، ''صَدرا'' فلسفہ اور حکمت کی ایک مقبول اور اَدق کتاب ہے جو پچھلے زمانوں میں درسِ نظامی کے نصاب میں شامل تھی، اس میں ایک بحث نہایت مغلق ہے، جس کا عنوان ''مُثنّاۃ بالتکریر'' ہے، خاص اس بحث کے حل کے لئے رسالے بھی لکھے گئے، ایک مشہور رسالہ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جس کا نام ''میسر العسیر فی مبحث المثناۃ بالتکریر'' ہے، حضرت تھانویؒ جس زمانے میں کانپور کے مدرسہ میں مدرس تھے، حضرت کے زیرِ درس یہ کتاب بھی تھی، حضرت فرماتے ہیں: صدرا میں ایک مشہور مقام ہے؛ مثناۃ بالتکریر، جو بہت ہی مشکل سمجھا جاتا ہے، جب کتاب میں وہ مقام آیا، میں نے قبل اس کے کہ طالبِ علم کو اُس مقام کی

اطلاع دوں، اُس کے مضمون کی ایک سلیس تقریر کردی؛ لیکن یہ نہیں معلوم ہونے دیا کہ یہ تقریر کسی مشکل مقام کے متعلق ہے؛ بلکہ یوں ہی سرسری طور پر اُس مضمون کی تقریر کردی ، چونکہ میں نے بہت ہی سہل کر کے تقریر کی تھی، طالب علم کی سمجھ میں خوب اچھی طرح آ گئی، ان طالب علم کا نام مولوی فضل حق تھا، وہی مدرسہ جامع العلوم سے سب سے پہلے فارغ التحصیل ہوئے اور بعد فراغ عرصہ تک قنوج میں مدرس بھی رہے، جب اُنھوں نے اقرار کرلیا کہ میں خوب سمجھ گیا، تب میں نے کہا کہ یہ وہی تو مقام تھا جس کو مثناۃ بالتکریر کہتے ہیں، یہ سنتے ہی وہ چونکّے ہوئے تو میں نے کہا: بس بس اب نہ ڈرو، اب تو پار ہو گئے، پھر میں نے پوچھا کہ اب بتاؤ یہ بھی کوئی مشکل مقام تھا، انھوں نے کہا: اجی! ہم کو تو طلبہ نے اس سے بہت ہی ڈرا رکھا تھا؛ لیکن یہ تو کچھ بھی مشکل نہ نکلا، اس پر میں نے یہ شعر پڑھا:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

مقام تو واقعی مشکل تھا؛ لیکن میں نے اس کی تقریر ایسی بے فکری اور سلاست سے کی کہ نہایت سہولت کے ساتھ ان کی سمجھ میں آ گئی؛ البتہ خود مجھ کو سہل کر کے بیان کرنے میں بہت تعب اٹھانا پڑا، دوسرے کا بوجھ میں نے اپنے اوپر لے لیا اور میں پڑھانے میں ہمیشہ یہی کرتا تھا اور آج کل اساتذہ اپنے اوپر ذرا مشقت نہیں ڈالنا چاہتے، بات یہ ہے کہ شفقت نہیں رہی، محض ضابطہ پُری رہ گئی ہے۔ (اشرف السوانح ۱/۴۶)

(۶) سبق کی ذہنی ترتیب

یہ بہت اہم کام ہے، اگر یہ نہ ہو تو ساری محنت ومطالعہ اکارت اور ضائع ہو جاتا ہے، معلومات کا سارا دفتر پراگندہ اور منتشر ہو جاتا ہے اور درس کی رونق ختم ہو جاتی ہے، جب سبق کی رونق ہی ختم ہو جائے تو طلبہ کو کیا خاک دلچسپی پیدا ہو گی، نتیجۃً طلبہ استاذ سے بددل، فن سے بیزار اور بالآخر تعلیم سے فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں؛ اس لئے استاذ کے لئے یہ گویا فرضِ عین کے درجے میں ہے کہ وہ طلبہ کی استعداد اور ذہنی سطح کو مدِّ نظر رکھے، اپنے حاصلِ

مطالعہ کو خوب اچھی طرح ذہنی ترتیب دے اور طبعی وفطری ترتیب کے مطابق درس کو پیش کرے، علامہ ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت کا درس ایسا مرتب اور سہل الضبط ہوا کرتا تھا کہ دیگر اساتذہ کی طویل طویل تقریریں ایک طرف اور علامہ بلیاوی کا مرتب و مسہّل درس ایک طرف، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: علامہ بلیاوی کے درس میں مغز ہی مغز ہوتا تھا، یہ بھی کہتے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو وہ محسوس مثالوں کے ذریعہ اس طرح سمجھا دیتے کہ گویا کوئی خاص بات نہ ہو، ایک بار فرمایا کہ ''قراءت خلف الامام'' کے مسئلہ پر ایک استاذ نے ایک ہفتہ تقریر فرمائی اور علامہ بلیاوی نے صرف پینتالیس منٹ سے ایک گھنٹہ؛ لیکن یہ تقریر اس تقریر پر بھاری تھی ، علامہ ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ اللہ نے ان کو ایسا علم دیا تھا کہ بڑے سے بڑا عالم بھی جب ان سے گفتگو کرتا تو اس پر اپنا جہل واضح ہو جاتا۔ (حیاتِ مجاہد، ص: ۴۳)

(ب) درس کی پیش کشی کا مرحلہ: سات اصول

(۱) معلّمانہ اسلوب

سادہ وعلمی اسلوب اور مانوس لب ولہجہ میں درس دیا جائے، پورا درس اکبر الٰہ بادی کے اِس مصرعہ کا مصداق ہو: سمجھ میں صاف آ جائے فصاحت اس کو کہتے ہیں، غبی سے غبی طالبِ علم کو بھی سبق سمجھ میں آ جانا چاہیے، محسوس و مانوس مثالوں اور بدیہی مقدمات کے ذریعے سبق کو طلبہ کے لئے آسان تر کیا جائے، تہذیب ووقار کے دائرے میں رہتے ہوئے حسبِ موقع مناسب لطیفے یا ظریفانہ جملے کہہ کر طلبہ کی دلچسپی کو برقرار رکھا جائے اور اِس بات کی فکر کی جائے کہ مکمل سبق میں طلبہ کو کس طرح حاضر دماغ رکھا جا سکتا ہے؟ ایک باکمال استاذ کی نمایاں خوبی یہ ہوتی ہے کہ دورانِ درس وہ طلبہ کے چہروں کو بھی پڑھتا رہتا ہے کہ کون طالبِ علم کس حد تک سبق کو سمجھ رہا ہے؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح مادی مرغوب چیزوں میں ایک خاص قسم کی لذت ہوتی ہے، اسی طرح معنوی، علمی اور روحانی چیزوں میں بھی عجیب طرح کی لذت ہوتی ہے اور جو شخص اس لذت سے جس قدر حصہ پاتا ہے اسی قدر اس کے

چہرے سے ان مادی اور معنوی نعمتوں کی تازگی جھلکتی ہے، طلبہ کو جب سبق سمجھ میں آجاتا ہے تو اُن کی آنکھوں میں چمک اور چہروں پر بشاشت پھیل جاتی ہے، جسے دیکھ کر استاذ کو بھی اطمینان وانشراح نصیب ہوجاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: کوئی شخص کیسا ہی راز کیوں نہ چھپائے؛ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اس کے چہرے کی کتاب کے صفحات میں اور زبان کے بولوں میں ظاہر کردیتے ہیں:

ما أسَرَّ أحدٌ سريرةً إلّا أبداها اللهُ عزَّ وجَلَّ على صَفحاتِ وَجهِه وفَلَتاتِ لِسانِه. (تفسیر ابن کثیر، محمد:۳۰)

الحاصل استاذ کو سر جھکا کر نہیں؛ بلکہ سہ جانب سر گھما کر درس دینا چاہیے۔

(۲) درس کا تکرار

مشکل اور پیچیدہ مسائل ومباحث کو الگ الگ پیرایوں میں ایک سے زائد بار سمجھایا جائے اور بار بار کی تفہیم کو بوجھ نہ سمجھا جائے، ان شاء اللہ اس میں نفل اور تہجد جیسا ثواب ملے گا۔

ربیع بن سلیمان مرادی رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، بطیئ الفہم تھے، بہت دیر میں بات کو سمجھتے تھے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ امام شافعیؒ نے ایک مسئلہ چالیس بار ان کو سمجھایا؛ مگر پھر بھی وہ سمجھ نہ سکے اور شرم کے مارے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اکیلے میں ان کو بلایا پھر سمجھایا، یہاں تک کہ وہ سمجھ گئے، امام شافعیؒ کو ان سے بڑا تعلقِ خاطر تھا، فرمایا کرتے تھے کہ اے ربیع! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں علم کے نوالے بنا بنا کر تجھے کھلا دیتا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲/ ۱۳۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عنایت وشفقت کا نتیجہ تھا کہ آگے چل کر حضرت ربیعؒ مسلکِ شافعی کے بڑے ترجمان بن گئے۔ (سیر اعلام النبلاء: الربیع بن سلیمان: ۱۲/ ۵۸۸) حتی کہ فقہِ شافعی میں ان کی روایت کو امام مزنیؒ کی روایت پر بھی مقدم رکھا جاتا ہے، حالانکہ امام مزنیؒ؛ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس پایہ کے شاگرد تھے کہ خود امام نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''المزني ناصر مذهبي'' مزنی میرے مسلک کا زبردست معاون ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۵۲)

(۳) خرائط ونقشہ جات کے ذریعے تفہیم

جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں خرائط ونقشہ جات کی مدد سے سبق کو سمجھایا جائے، اس کی وجہ سے معقولی چیز؛ محسوس ومشاہد کے درجہ میں ہو جاتی ہے اور بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، خاص طور پر جہاں کوئی فقہی، نحوی، صرفی یا منطقی مسئلہ پہلودار ہو یا کہیں کسی بحث میں تشقیق در تشقیق ہو تو وہاں نقشہ ڈال کر سمجھانے سے بات جلدی سمجھ میں آجاتی ہے۔

پچھلے زمانوں میں استعدادیں چونکہ مضبوط ہوا کرتی تھیں اور عقلی صلاحتیں بھی بہت بلند تھیں، اس لئے نہ استاذ کو تختہ سیاہ کا سہارا لینا پڑتا تھا اور نہ طلبہ اس کے محتاج تھے، خالص نظریاتی اور معقولی مباحث بھی درس میں اِس طرح بیان ہوتے تھے جیسے قاعدہ بغدادی پڑھایا جارہا ہو، دار العلوم دیوبند کے ابتدائی زمانہ قیام میں انگریز حکومت نے ایک جاسوس ''جان پامر'' کو اِس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ وہاں کا تعلیمی نظام کا جائزہ لے کر رپورٹ تیار کرے، چنانچہ ''جان پامر'' ۳۱/جنوری ۱۸۷۵ء کو دیوبند پہنچا، دار العلوم کی تعلیمی نظام کو بڑی باریک بینی سے دیکھا اور جو رپورٹ تیار کی تھی، اس کا ایک حصہ یوں ہے:

> مدرسہ میں ایک جگہ ایک صاحب میانہ قد، نہایت خوب صورت بیٹھے ہوئے تھے، سامنے بڑی عمر کے طلبہ کی ایک قطار تھی، قریب پہنچ کر سنا تو ''علم مثلث'' کی بحث ہو رہی تھی، میرا خیال تھا کہ مجھے اجنبی سمجھ کر یہ لوگ چونکیں گے؛ مگر کسی نے مطلق توجہ نہ کی، میں قریب جا کر بیٹھ گیا اور استاد کی تقریر سننے لگا، میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ علم مثلث کے ایسے ایسے عجیب اور مشکل قاعدے بیان ہو رہے تھے جو میں نے کبھی ''ڈاکٹر اسپرنگر'' سے بھی نہیں سنے تھے۔
>
> یہاں سے اٹھ کر دوسرے دالان میں گیا تو دیکھا کہ ایک مولوی صاحب کے سامنے طالب علم معمولی کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں ''اُقلیدس'' کے چھٹے مقالے کی دوسری شکل کے اختلافات بیان ہو رہے تھے اور مولوی

صاحب اس برجستگی سے بیان کر رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اقلیدس کی روح ان میں آ گئی ہے، میں منہ تکتا رہ گیا، اسی دوران مولوی صاحب نے جبر و مقابلہ ٹاڈ ہنٹر سے مساوات درجۂ اول کا ایک ایسا مشکل سوال طلبہ سے پوچھا کہ مجھے بھی اپنی حساب دانی پر پسینہ آ گیا اور میں حیران رہ گیا، بعض طلبہ نے جواب صحیح نکالا۔ (ٹاڈ ہنٹر: انیسویں صدی کا ماہر و ممتاز ریاضی دان گزرا ہے، جبر و مقابلہ یعنی الجبراء میں اس کی مہارت مسلم تھی، غالباً مولوی صاحب نے اسی ریاضی دان کے حوالے سے الجبراء کا کوئی مشکل سوال طلبہ سے پوچھا تھا)

یہاں سے اٹھ کر میں تیسرے دالان میں پہنچا، ایک مولوی صاحب حدیث کی کوئی موٹی سی کتاب پڑھا رہے تھے اور ہنس ہنس کر تقریر کر رہے تھے، (غالباً حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین کی جانب اشارہ ہے مولانا موصوف دارالعلوم کے آغاز ہی سے صدارت تدریس کی مسند پر فائز تھے) یہاں سے میں ایک زینے پر چڑھ کر دوسری منزل میں پہنچا، اس کے تین طرف مکلف مکان تھے، بیچ میں ایک چھوٹی سی صحنچی تھی، جس میں دو اندھے بیٹھے بڑبڑا رہے تھے، میں یہ سننے کے لیے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں دبے پاؤں اُن کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ علم ہیئت کی کسی کتاب کا سبق یاد کر رہے ہیں، اتنے میں ایک اندھے نے دوسرے اندھے سے کہا: بھائی! کل کے سبق میں شکل عروسی اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آئی، اگر تم سمجھے ہو تو بتلاؤ...! دوسرے اندھے نے پہلے دعویٰ بیان کیا اور اس کی ہتھیلی پر لکیریں کھینچ کر ثبوت شروع کیا، پھر جو آپس میں اُن کی بحث ہوئی تو میں دنگ رہ گیا اور مسٹر بریگر پرنسپل کی تقریر کا سماں میری آنکھوں میں پھر گیا۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص: ۱۷۵)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میر زاہد، صدرا اور شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے، کہیں کوئی لفظ دریافت کرنا ہوتا تو دریافت کر لیتے تھے، باقی ترجمہ تک بھی نہیں کرتے تھے، مولانا کے دوسرے شاگردوں کو یوں خیال ہوتا تھا کہ کچھ سمجھتے سمجھاتے نہیں، یوں ہی ورق گردانی کرتے اور کتابوں کے ختم کرنے کا نام چاہتے ہیں، چنانچہ کسی نے حضرت مولانا سے کہہ بھی دیا؛ مگر مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میاں میرے سامنے طلب علم بے سمجھے چل نہیں سکتا (تذکرۃ الرشید ۱/ ۲۸)

یہ تو اکابر واسلاف کے تعلیم و تعلم کی ایک جھلک تھی، جو تاریخ کا روشن باب بن چکی ہے، اب قویٰ ایسے نہیں رہے، علمی انحطاط اور قوتِ فکریہ کا تنزل روز افزوں ہے، ایسے میں اساتذہ کو طلبہ کی شخصیت سازی کے لئے مفید تر تدابیر اختیار کرنا ہوگا؛ بلکہ آج کل پروجیکٹر کے ذریعے چیزوں کو سمجھانے کا بھی ایک جدید طریقہ چل پڑا ہے، درس وتدریس میں اس سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۴) کاپی لکھانا

فن کی ابتدائی کتابوں میں ہر سبق کے ختم پر کاپی میں تمرین کرائی جائے، زیادہ سوالات نہیں، بس دو تین سوالات ہر سبق میں سے دے دیئے جائیں اور طلبہ اپنی اپنی کاپیوں پر ان کے جوابات لکھ کر لائیں، اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ طلبہ بہر حال سبق کا مطالعہ وتکرار کریں گے؛ کیونکہ ان کو کاپی لکھنا ہے اور استاذ کو بتانا ہے، اِس سلسلے میں نقل نویسی کا البتہ خطرہ رہتا ہے سو اس پر قابو پانے کا طریقہ یہ ہے کہ لاعلی التعیین کسی بھی طالب علم سے زبانی طور پر بھی پوچھ لیا جائے، اگر اس کا خواندہ؛ نوشتہ کے مطابق ہے تو فبہا؛ ورنہ اس کو تنبیہ کی جائے، اس تمرین کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ غیر محسوس طور پر طلبہ میں تحریری صلاحیت پیدا ہوگی اور عربی عبارات سے مفہوم اخذ کر کے لکھنے کی استعداد پروان چڑھے گی، اگر استاذ کے پاس اتنا کرنے کا موقع نہیں ہے تو کم از کم طلبہ کو فنی کتابوں کی ''ورک بک'' لکھنے کا پابند کرے۔

بندے کی نظر میں اس کے لئے حضرت مولانا حسام الدین صاحب حفظہ اللہ استاذ مدرسہ

خیر المدارس حیدر آباد کی ''ورک بک سیریز'' مفید رہے گی، صرف ونحو کے لئے حضرت مولانا کی: ''تیسیر الصرف'' اور ''تیسیر النحو'' منطق کے لئے ''تمرین المنطق'' اور غالباً فنّ بلاغت پر بھی مولانا کی ورک بک آ چکی ہے، یہ ورک بکس فن کو سمجھنے اور اس کو ضبط کرنے کے لئے بہت معاون ثابت ہوں گی۔

(۵) مناقشہ کا مزاج بنانا

درسگاہ میں طلبہ کے مابین مناقشہ کا مزاج پروان چڑھایا جائے، اچھے سوال پر طالبِ علم کی تحسین وحوصلہ افزائی کی جائے، عبارت میں اگر کوئی اشکال ہوتو خود اشکال بتا کر جواب دینے سے عام طور پر بات طلبہ کے ذہنوں میں جاگزیں نہیں ہوتی، اشکال کی جگہ رُک کر طلبہ کے ذریعے اس کو نکالا جائے اور پھر اس کا جواب بتایا جائے تو یہ صورت ''**أوقع فی الذهن**'' ہوتی ہے اور اگر منتہی درجات کے طلبہ ہوں تو اشکال وجواب کی مکمل تقریر انہی سے بھی کروائی جاسکتی ہے، نیز جواب میں کوئی سقم یا کمی یا نیا اشکال پیدا ہورہا ہوتو جواب الجواب کی جانب بھی رہنمائی کی جائے، غرض درسگاہ میں ایک صحت مند علمی مناقشہ کا ماحول قائم کیا جائے، اِس سے نہ صرف سبق میں دلچسپی برقرار رہے گی؛ بلکہ طلبہ کے ذہن کے دریچے کھلیں گے، ان کی قوت فکریہ کو جِلا ملے گی اور ان کے اندر اخذ واستنباط کی صلاحیت بھی پیدا ہوگی۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں، آٹھویں صدی میں مغربی اسلامی ممالک (اندلس، مراکش وغیرہ) کے تعلیمی انحطاط کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> یہاں کے طلبہ اساتذہ سے سوال جواب کرنے کے عادی نہیں ہیں، برسوں گزر جاتے ہیں اور ان کی زبانوں کا مہرِ سکوت نہیں ٹوٹتا، اس سے ان کی ذہنی صلاحیتیں مرجاتی ہیں، اس کے برعکس مشرقی ممالک کے طلبہ ذہین ہوتے ہیں، اہل مغرب کے مقابلے میں ان کی عقلیں کامل ہوتی ہیں اور وہ بحث وتحقیق اور گفتگو کا بہتر سلیقہ رکھتے ہیں، یہ دونوں علاقوں کے طلبہ میں بین فرق محسوس ہوتا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون، ص:۳۶۱)

مفتی اختر امام عادل صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

ایک عام بات جس کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مدرسین کو چاہئے کہ وہ طلبہ کی سماعت پر اکتفا نہ کریں؛ بلکہ ان کو مطالعہ کی ترغیب دیں، ان کی زبان کھلوائیں، سوال و جواب اور بحث ومباحثہ کی عادت ڈالیں، کسی ذہین طالب علم کے سوالات سے ناخوش نہ ہوں، ہماری تعلیمی تاریخ کی سربلندی، اور طلبہ کی ذہنی تعمیر وتربیت اس بحث وتحقیق کے ساتھ وابستہ ہے، میں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں:

ایک قصہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے مآثر الکرام میں نقل کیا ہے:

جناب سید میر اسماعیل بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں داخل ہوئے، شروع میں ان کو مستقل وقت نہ مل سکا تھا؛ بلکہ دوسرے ساتھی کے ساتھ سماعت کرتے تھے؛ اسی لئے سوالات نہیں کرتے تھے، استاذ کو طالب علم کی خاموشی گراں گذری کہ عام روش طلبہ کے سوالات کی تھی، استاذ نے خاموشی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ: آپ نے درس کی سماعت کی اجازت دی تھی؛ اس لئے میں نے سماعت پر قناعت کیا، آپ سے درخواست ہے کہ مجھے کوئی الگ سے وقت دے دیا جائے، چنانچہ عصر کے بعد کا وقت ان کو دے دیا گیا، پہلے ہی دن جو بحث وتمحیص شروع ہوئی تو تین دن گذر گئے اور ایک سطر سے آگے سبق نہ بڑھ سکا، تنگ آکر استاذ نے فرمایا: آخر تم بتاؤ کہ اس عبارت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ شاگرد نے اپنی ہی لکھی ہوئی تحریر نام ظاہر کئے بغیر استاذ کے سامنے پیش کی، استاذ نے دیکھا تو پسند فرمایا اور فرمایا گو عبارت میں اطناب ہے؛ لیکن مطلب درست ہے۔ (ہندوستان میں تدریس فقہ واصول فقہ فنی اور تاریخی نقطۂ نظر سے، ص:۱۰)

(۶) طلبہ کو درس کی تیاری وضبط کا مکلف کرنا

درس کی تیاری وضبط میں وہ امورِ سہ گانہ داخل ہیں جن کی طرف اساتذہ بار بار متوجہ کرتے ہیں، یعنی:

(الف): پیشگی مطالعہ (تصحیحِ عبارت، فہمِ عبارت، فہمِ مطلب)

(ب): درس کی بغور سماعت

(ج): سبق کا تکرار۔

اِس سلسلے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشہور ملفوظ ہے:

بس تم تین باتوں کا التزام کرلو، پھر میں ٹھیکہ لیتا ہوں اور ذمہ دار ہوتا ہوں کہ تمھیں استعدادِ علمی حاصل ہو جائے گی: اول یہ کہ جو سبق پڑھنا ہو، اُس کا مطالعہ ضرور کرلیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں؛ کیونکہ مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہو جائیں، بس اس سے زیادہ کاوش نہ کرے، پھر سبق کو اُستاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے، بلا سمجھے آگے نہ چلے، اگر اس وقت استاد کی طبیعت حاضر نہ ہو تو کسی دوسرے وقت سمجھ لے، اُس کے بعد ایک بار خود بھی مطلب کی تقریر کرے، بس ان تینوں التزامات کے بعد پھر بے فکر رہے چاہے یاد رہے یا نہ رہے، انشاء اللہ تعالیٰ استعداد ضرور پیدا ہو جائے گی، یہ تینوں باتیں تو درجہ وجوب میں ہیں اور ایک بات درجہ استحباب میں ہے، وہ یہ کہ کچھ آموختہ بھی روزانہ دہرا لیا کرے۔اھ (اشرف السوانح ۱/ ۴۸)

(۷) فن کی مبادیات سے آگاہ کرنا

متعلقہ فن سے دلچسپی اور بصیرت پیدا کرنے کے لئے اس فن کی مبادیات سے طلبہ کو آگاہ کرتے رہنا چاہئے، مناسب معلوم ہو تو فنی کتاب شروع کرنے سے پہلے طلبہ کی ذہنی سطح کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس فن کی مبادیات پر ہفتہ بھر تقریر کی جائے اور طلبہ کو اس پر نوٹس

لکھائے جائیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ طلبہ کے دل میں اس فن کی عظمت پیدا ہوگی اور اس کے حصول میں خوب رغبت حاصل ہوگی، حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

آج کل طلباء میں جو علمِ فقہ سے عام بے توجہی، بے مذاقی اور بے رغبتی نظر آتی ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ شروع میں علمِ فقہ کی تعریف موضوع، غرض وغایت، مقام ومرتبہ، ائمہ فن کے حالات ومعلومات عامّہ پر سیر حاصل گفتگو نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کو علمِ فقہ سے لگاؤ اور دلچسپی پیدا نہیں ہوتی۔ (مبادیاتِ فقہ، ص:٦)

اہم ہدایت

مفتی ابولبابہ شاہ منصور دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

افراط وتفریط اچھی چیز نہیں، افراط یہ کہ مدرس مطالعہ ہی نہ کرے، اردو شروحات دیکھ کر وقت ٹالے اور تفریط یہ کہ جتنا کچھ مطالعہ کرے، سارا کا سارا طلبہ کے سامنے بیان کر دے، اعتدال کی روش یہ ہے کہ مدرس موضوع پر عبور حاصل کرنے کے لیے مطالعہ تو جی بھر کر کرے؛ لیکن اس میں سے طلبہ کے سامنے وہی کچھ بیان کرے جو کتاب کے لازمی حل سے تعلق رکھتا ہو، بقیہ معلومات کو ''استادی کا صدقہ'' سمجھ کر محفوظ رکھے، جب کوئی طالب علم سوال کرے تو اپنے محفوظ مطالعے سے اس کی پوری پوری تشفی کرے، ایسا موقع اس کی محنت کی وصولی کا ہوتا ہے۔ (ارشاد الطالب الی مافی الھدایہ من المطالب یعنی آپ ہدایہ کیسے پڑھیں، ص:۲۰۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا قول ہے:

میرے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم سبق پڑھانے جاؤ تو راستے میں دعا مانگتے ہوئے جاؤ کہ یا اللہ! پڑھانے جا رہا ہوں، شرح صدر کے ساتھ

پڑھانے کی توفیق عطا فرمائیے اور طلبہ کو اس سے فائدہ پہنچا دیجئے اور اس کو میرے لئے ذخیرہ آخرت بنا دیجئے، جتنا جتنا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوگا اتنا ہی اس کے ساتھ تعلق مضبوط ہوگا، اتنا ہی طلبہ کو فائدہ ہوگا۔(رموزِ تدریس، ص:۱۱۰)

بابِ دوم

کتبِ فقہ کی تدریس کا طریقہ کار

۱: بہشتی ثمر

تالیف: حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ (متوفی: ۱۳۶۲ھ)

درسِ نظامی میں فقہ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز اِس مختصر اور بابرکت کتاب سے ہوتا ہے، یہ کتاب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ تصنیف ''بہشتی زیور'' کا انتخاب ہے، جسے پروفیسر حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہٰ بادی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اجل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) نے مبتدی طلبہ کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دیا ہے، یہ کتاب اس لحاظ سے اہم ہے کہ ایک تو اردو زبان میں ہے اور دوسرے اس کے تمام مسائل مفتی بہا ہیں، بہشتی ثمر کے مسائل اگر طلبہ کے ذہن نشین ہو جائیں تو عندالضرورت وہ اس کے حوالے سے عوام الناس کو مسئلہ بھی بتا سکتے ہیں اور بعد کی فقہی کتابوں کے سمجھنے میں مدد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کتاب میں طلبہ کو تین چار، اعتبار سے محنت کروائی جائے:

(۱) منتخب مسائل زبانی یاد کروائے جائیں، جیسے: وضو اور غسل کے فرائض وسنن، نماز کے شرائط و ارکان اور واجبات وسنتیں، سجدہ سہو کے مسائل، نمازِ جنازہ کے فرائض، مرد وعورت کی تجہیز وتکفین کے مسائل وغیرہ۔

(۲) ہر سبق کے ختم پر تمرین کرائی جائے، الگ سے سوالات دینے کی ضرورت نہیں ہے، ہر سبق کے ختم پر سوالات لکھ دیئے گئے ہیں، طلبہ کو اپنی کاپیوں پر ان کے جوابات لکھنے کا مکلف کیا جائے۔

(۳) وضو، تیمم اور نماز کی سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ عملی مشق کروائی جائے اور اس سلسلے میں جو عام غلطیاں عوام وخواص کی جانب سے پیش آتی ہیں، ان کی نشان دہی کر کے صحیح طریقہ بتایا جائے۔

(۴) کتاب میں کہیں کہیں نامانوس الفاظ بھی آئے ہیں، طلبہ کو ان کے معنیٰ مفہوم سے

خوب اچھی طرح واقف کروایا جائے، جیسے: نواقضِ وضو کے بیان میں یہ لفظ آیا ہے کہ کسی شخص کے کانچ نکل آئے تو وضو جاتا رہے گا، یہاں کانچ کو سمجھانے کی ضرورت ہے، اسی طرح گوٹے لچکے اور اس قسم کے غریب الفاظ آئے ہیں، حاشیہ میں بھی ان کی تشریح کردی گئی ہے، وہاں سے بھی طلبہ کو بتایا جاسکتا ہے۔

(۵) بہشتی ثمر پڑھانے والے کو چاہئے کہ وہ مطالعہ میں اصل بہشتی زیور کو بھی رکھے، اسی طرح مفتی ابولبابہ شاہ منصور دامت برکاتہم کی ''تسہیل بہشتی زیور'' اور ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم کی ''مسائل بہشتی زیور'' کا بھی مستقل مطالعہ رکھے، ان دونوں کتابوں میں بہت سے ان ابواب کا اضافہ کیا گیا جو اصل بہشتی زیور میں موجود نہ تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بقول بہشتی زیور اس پایہ کی کتاب ہے جو لکھی تو گئی عورتوں کی دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے؛ مگر وہ کبارِ علماء وفقہاء کا مرجع بنی ہوئی ہے۔

لعلّ هذه الميزة ليست لكتاب غير بهشتي زيور أنه ألف للنساء ولكن أصبح مرجعالكبار العلماء والفقهاء (المختصر فى الفقه الحنفى ترجمه بهشتى زيور:5)

یہاں یہ بات دلچسپی اور حیرت واستعجاب سے خالی نہ ہوگی کہ بہشتی زیور کے گیارہ حصوں میں سے چھ حصے حضرت تھانوی کے تصنیف کردہ نہیں ہیں؛ بلکہ شروع کے پانچ حصے حضرت کے حکم سے حضرت کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت مولانا احمد علی صاحب فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ نے - جن کو فقہ میں بہت زیادہ مناسبت تھی - تحریر فرمائے ہیں۔(اشرف السوانح ا/ ۵۴) اور علاج ومعالجہ اور تدبیراتِ طبیہ سے متعلق حصہ حکیم محمد مصطفی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے، یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور قبولیت عنداللہ کی دلیل ہے کہ جس کتاب کی نسبت بالواسطہ طور پر بھی حضرت کی جانب ہوگئی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے خلائق کے درمیان قبول عطا فرمادیا۔

۲: مالا بدمنہ

تالیف: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۲۲۵ھ)

ہمارے بزرگوں نے درسِ نظامی کے درجہ ضرورت کے فقہی نصاب میں مالا بدمنہ کو شامل کیا، مالا بدمنہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت لکھی جب فارسی زبان کو ہندوستان میں کافی شیوع حاصل ہو گیا تھا اور نصاب میں عربیت کا لزوم کمزور پڑنے لگا تھا، تو بالکل ابتدائی درجات کے طلبہ کے لئے ایک مجموعہ مسائل انہوں نے مرتب کیا، ہندوستان کے عہد فارسی میں یہ کتاب مطالعہ سے بھی سمجھی جا سکتی تھی، اس طرح یہ گویا طلبہ کے لئے نوٹس بک تیار کیا گیا، نور الایضاح کا بھی تقریباً یہی طرز ہے؛ بلکہ کہنا چاہئے کہ شاید قاضی صاحب کے پیش نظر یہی کتاب ہو، ہمارے بزرگوں نے طلبہ کی ذہنی سطح کا لحاظ کرتے ہوئے پہلی ابتدائی جماعت میں مالا بدمنہ کو داخل درس کیا؛ تا کہ مسائل کا ضروری استحضار اور فقہ سے ضروری مناسبت پیدا ہو جائے، اس کے بعد دوسرے سال میں نور الایضاح داخل کی گئی؛ تا کہ سابقہ استحضار اور مناسبت کی مدد سے عربی زبان کی ابتدائی اجنبیت ہضم ہو سکے اور مسائل کو براہِ راست عربی میں سمجھنے کی طلبہ میں عادت پڑے؛ اسی لئے اس کتاب کی تدریس میں:

(۱) فنی اور تفصیلی مباحث سے گریز کرتے ہوئے نفسِ مسائل کی تفہیم اور زندگی سے ان کی تطبیق پر توجہ دینی چاہئے۔

(۲) اختلافاتِ ائمہ سے بھی تعرّض نہ کیا جائے۔

(۳) کوشش کرنی چاہئے کہ طالب علم ہر مسئلہ کو اس طرح محفوظ کرے جیسے یہ نصاب کی کتاب نہیں؛ بلکہ اس کی زندگی کا نظام العمل ہو، جب ہی جا کر اس کتاب کے مضامین پر طلبہ کو قابو حاصل ہو پائے گا۔

(۴) اس کتاب میں مسائل کے حفظ واستحضار پر بھی ایک گونہ توجہ دینے کی ضروت ہے، (ہندوستان میں تدریس فقہ واصول فقہ فنی اور تاریخی نقطہ نظر سے از مفتی اختر امام عادل صاحب دامت برکاتہم)

(۵) فارسی زبان سے طلبہ کو چونکہ اُنسیت کم ہوتی ہے؛ اس لئے حلّ کتاب پر خصوصی توجہ کی جائے، مشکل الفاظ کے معانی حاشیہ کی مدد سے یاد کروائے جائیں؛ بلکہ ہر مسئلہ کو اردو زبان میں کاپیوں پر لکھنے کی تمرین کروائی جائے۔

(٦) مالا بد منہ کے اخیر کے ابواب: فصل در متفرقات و آداب، کتاب الاحسان اور باب کلمات الکفر کو خاص اہتمام سے پڑھایا جائے کہ عموماً دیگر کتبِ فقہ میں یہ ابواب پڑھنے میں نہیں آتے۔

۳: نورالایضاح

تالیف: حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي المصري الحنفي رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۰٦۹ھ)

نورالایضاح کی ترتیب اور زبان بہت خوبصورت ہے، بہت کم عربی جاننے والے حضرات بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں؛ اسی لئے علماءِ درس نے اس کتاب پر کافی توجہ دی اور اس کی بہت سی شروحات لکھیں، ہماری درسی کتابوں میں موضوعاتِ خمسہ پر یہ بہترین مجموعہ مسائل ہے، نورالایضاح کی تدریس میں ان باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے:

(۱) کتاب اور صاحبِ کتاب کا بقدرِ ضرورت تعارف پیش کیا جائے جس سے کتاب اور صاحبِ کتاب کی عظمت پیدا ہو۔

(۲) مبادیاتِ فقہ میں سے فقہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف، موضوع، غرض و غایت، کتبِ ظاہر الروایہ اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر رحمۃ اللہ علیہم کا مختصر سا تعارف پیش کیا جائے؛ تاکہ فن سے دلچسپی پیدا ہو۔

(۳) نورالایضاح کی عبارت قدوری کے مقابلے میں کسی قدر مشکل ہے؛ اس لئے اہتمام کے ساتھ حلّ عبارت کی جائے، حلّ عبارت میں کیا چیزیں داخل ہیں؟ عبارت کی تحلیل و تجزیہ کے عنوان کے تحت دیکھیں۔

(۴) نورالایضاح میں ایک مقام کے حل میں سخت الجھن پیش آتی ہے، واجبات الصلاۃ میں مصنف نے ایک واجب یہ شمار کرایا:

وضم سورة أو ثلاث آيات في ركعتين غير متعينتين من الفرض. (ص:۵۴)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت واجبہ لاعلی التعیین کسی بھی دو رکعتوں میں کی جاسکتی ہے، یعنی پہلی دو رکعتیں اس کے لئے متعین نہیں ہیں؛ مگر آگے چل کر فرماتے ہیں:

وتعيين القراءة في الأوليين. (ص:۵۴)

ظاہر ہے یہ تعارض ہے، شامی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ **غیر متعینتین** کی قید زائد ہے، صحیح تعبیر في الأوليين من الفرض ہے، شامی کی عبارت ہے:

(قَوْلُهُ وَتَعْيِينُ الْقِرَاءَةِ فِي الْأُولَيَيْنِ) لَا يَتَكَرَّرُ هَذَا مَعَ قَوْلِهِ قَبْلَهُ الْأُولَيَيْنِ لِأَنَّ الْمُرَادَ هُنَا الْقِرَاءَةُ وَلَوْ آيَةً فَتَعْيِينُ الْقِرَاءَةِ مُطْلَقًا فِيهِمَا وَاجِبٌ وَضَمُّ السُّورَةِ مَعَ الْفَاتِحَةِ وَاجِبٌ آخَرُ ط. (شامی: ۱/۴۵۹)

(۵) خاص خاص مواقع پر نقشہ جات کے ذریعے تفہیم کی جائے، جیسے: احکام کے اعتبار سے پانی کی پانچ قسمیں اور جھوٹے پانی کی چار قسمیں وغیرہ۔

(۶) وضو اور نماز کی بار بار عملی مشق کروائی جائے تمام شرائط وآداب کے ساتھ، اسی طرح تجہیز وتکفین کی عملی مشق کروائی جائے؛ بلکہ پروجیکٹر یا پھر خانہ کعبہ کے ماڈل کو رکھ کر طواف کے طریقے اور حج وعمرہ کے مسائل بتائے جائیں۔

(۷) فقہی اصطلاحات اور علاماتِ ترجیح جیسے: **علی الاظہر، علی الصحیح، ظاہر الروایہ** وغیرہ کو بھی سمجھایا جائے۔

(۸) کہیں کوئی قول غیر مفتی بہ ہو تو اس کی نشان دہی کر کے مفتی بہ قول بتایا جائے، اس کے لئے کتاب المسائل اور تسہیل بہشتی زیور کو مطالعہ میں رکھا جائے۔

(۹) طلبہ کو ہوم ورک دیا جائے، سبق کے ختم پر یا باب کے ختم پر کچھ سوالات دے کر ان کے جوابات کاپیوں پر لکھوایا جائے۔

(۱۰) نور الایضاح کا استاذ خود تو بالالتزام حاشیۃ الطحطاوی کا مطالعہ کرے، **غُنیة**

المُتمَلّی شرح منیة المصلی المعروف ب حلبی کبیر کو بھی دیکھتا رہے اور طلبہ کو حاشیہ دیکھنے کا پابند کرے۔

۴: مختصر القدوری

تالیف: احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان ابوالحسین القدوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۴۲۸ھ)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

جس طرح ''ہدایۃ النحو'' علمِ نحو کی بنیاد ہے، اسی طرح مختصر القدوری فقہ حنفی کی بنیاد ہے، یہ ایک سلیس، آسان، مختصر مگر جامع کتاب ہے- بارہ ہزار فقہی مسائل اس میں مذکور ہیں- اس کی تدریس بڑے اہتمام سے ہونی ضروری ہے اور اس میں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھنا چاہئے:

(۱) عبارت ہر طالبعلم سے باری باری پڑھوائی جائے اور طلبہ کو پابند کیا جائے کہ وہ مطالعہ کر کے آئیں، عبارت کی کسی ادنی غلطی، یہاں تک کہ تلفظ سے بھی چشم پوشی نہ کی جائے اور عبارت کی درستی کو درس کا ایک اہم حصہ قرار دے کر اس پر وقت صرف ہونے کی پرواہ نہ کی جائے۔

(۲) کتاب میں جو مسئلہ بیان ہوا ہے، صرف اس کو سمجھانے اور ذہن نشین کرانے پر زور دیا جائے، خارجی مباحث نہ چھیڑے جائیں؛ البتہ اگر اسی مسئلے کو سمجھانے کے لئے کچھ تفصیل کی ضرورت ہو یا مفتی بہ قول بیان کرنا ہو تو الگ بات ہے۔

(۳) مسئلے کے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں؛ البتہ جہاں مسئلے کا سمجھنا دلیل پر موقوف ہو یا دو مسئلوں میں وجہِ فرق بیان کرنا ضروری ہو صرف وہاں دلائل ذکر کئے جائیں۔

(۴) استاد قدوری کی شروح میں سے جوہرۃ اور لباب کو بطور خاص مطالعہ

میں رکھے اور ضرورت کے وقت ہدایہ اور اس کی شروح سے بھی مدد لے؛ لیکن طالبعلم کو صرف اتنی بات بتائے جو اس کی ذہنی سطح کے مطابق ہو۔

(۵) شروح کے علاوہ استاذ کو چاہئے کہ وہ بہشتی زیور اور امداد الفتاوی بھی اپنے مطالعہ میں رکھے اور ہر سبق میں یہ دیکھ لیا کرے کہ کتاب کا کوئی مسئلہ مفتی بہ قول کے خلاف تو نہیں ہے؛ اگر خلاف ہو تو مفتی بہ قول بھی بیان کرے۔

(درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھائیں، ص: ۱۴، ۱۵)

مفتی بہ اقوال کے لئے یہ تین کتابیں پیشِ نظر رکھے:

۞ التصحیح والترجیح الموضوع علی مختصر القدوری للعلامۃ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۸۷۹ھ)

۞ مختصر القدوری میں مفتی بہ اقوال کی تعیین از مولانا عبدالقادر جیلانی

۞ القول المختار فی مسائل القدوری والاختیار از مفتی بہاؤ الدین

۞ عصرِ حاضر کے جدید مسائل کے انطباق کے لئے مفتی محمد افضل اشاعتی کی افضل التطبیق العصری علی مسائل القدوری دیکھے، (اضافہ از مؤلف)

(۶) تمام فقہی اصطلاحات اور ان کا مفہوم و مصداق طالبعلم کو زبانی یاد کرایا جائے، (جیسے: مقروض کو فقہاء محیل کہتے ہیں، قرض دہندہ کو محال یا محتال لہ کہتے ہیں، جو شخص دَین کی ادائیگی کا ذمہ لے اس کو محال علیہ یا محتال علیہ کہتے ہیں اور جس دین کی ادائیگی کا ذمہ قبول کیا گیا ہے اس کو محال بہ یا محتال بہ کہا جاتا ہے۔ (قاموس الفقہ ۳/ ۳۰۰، اضافہ از مؤلف)

اِسی طرح ہر باب سے متعلق بنیادی مسائل اور کثیر الوقوع جزئیات زبانی یاد ہونے چاہئیں؛ البتہ تفصیلات اور تفریعات وغیرہ میں اس بات پر اکتفا کیا جا سکتا ہے کہ طالبعلم کتاب میں دیکھ کر ان کا مطلب بتا سکے۔

(۷) نماز کے سنن و آداب نہ صرف طالبعلم کو زبانی یاد کرائے جائیں؛ بلکہ ان کی عملی مشق کرائی جائے اور طلبہ کو ان کی عملی غلطیوں اور کوتاہیوں پر متنبہ کیا جائے اور خارجِ درس بھی

ان کے طرزِ عمل کی نگرانی کی جائے۔

(۸) طالبعلم کے ذہن میں شروع ہی سے یہ بات پیدا کی جائے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ محض ایک نظریاتی علم یا فن نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مقصد اس کے عمل کی اصلاح ہے۔(درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھائیں، ص: ۱۴، ۱۵)

۵: کنز الدقائق

تالیف: ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین النسفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۱۰ھ)

مختصر القدوری کے بعد کنز الدقائق کی فقہ میں وہی حیثیت ہے جو نحو میں ہدایۃ النحو کے بعد کافیہ کی، قدوری سے فقہ کے مبادی کا تعارف حاصل ہوتا ہے؛ لیکن کنز میں فقہی معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ دریا بکوزہ کے مصداق جمع ہے؛ لہذا:

(۱) استاذ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ یہ ذخیرہ طالب علم کے اس طرح ذہن نشین کرا دے کہ کتاب سے استفادے کی صلاحیت طالبعلم میں پیدا ہو جائے، ہر باب کے بنیادی مسائل اور اصطلاحات اسے اچھی طرح یاد ہو جائیں اور باقی تفصیلات وہ کتاب کی مدد سے سمجھ سکے۔

(۲) کتاب کے حل کے لئے استاذ کو عینی شرح کنز اور کشف الحقائق کو سامنے رکھنا چاہئے اور فقہی تفصیلات جاننے کے لئے زیلعی اور بوقت ضرورت البحر الرائق کی مراجعت کی جائے۔

(۳) اس کتاب میں بھی دلائل طلبہ کے سامنے بیان کرنے کی حاجت نہیں؛ البتہ جہاں مسئلے کی صحیح فہم دلیل پر موقوف ہو وہاں دلیل ضرور بیان کی جائے، یا جہاں ایک جیسے مسئلوں کا حکم مختلف ہو، وہاں وجہ فرق ضرور واضح کی جائے۔(درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھائیں، ص: ۲۱)

مفتی اختر امام عادل صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

کنز متن اور اختصار کا نقطہ ارتقاء ہے تو ہدایہ فکر و فن کی معراج، کنز کو مسائل کے سمیٹنے، مفتی بہ اور معمول بہ مسائل کے احاطہ اور خالص علمی پیرایہ بیان میں امتیاز حاصل ہے، اور جس طرح وہ اختصار کے باوجود فنی لطافتوں سے لبریز ہے کہ مبتدی یا متوسط طلبہ کے لئے اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونا آسان نہیں ہے؛ اس لئے کنز کے مدرس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی معروف عربی شروحات مثلاً تبیین الحقائق وغیرہ کو اپنے پیش نظر رکھے اور ہر مسئلہ کی تفصیلات سے پہلے خود واقف ہو، پھر ایک سہل اور قابلِ ہضم اسلوب میں طلبہ کے سامنے پیش کرے۔ (ہندوستان میں تدریس فقہ واصول فقہ فنی اور تاریخی نقطہ نظر سے، ص:۷)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۸۵۵ھ) کی شرح کا نام رمز الحقائق ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس کا تعارف اس طرح کرواتے ہیں کہ یوں تو کنز کی متعدد شروحات ہیں؛ لیکن ان میں یا تو اطنابِ ممل پایا جاتا ہے یا اختصارِ مخل، جب کہ میری اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کتاب کے مشکل مقامات کا حل ہے، مسائل کا حاصل ونچوڑ ہے، متن اور ترکیب کا حل ہے اور مرتب انداز میں دلائل کا بیان ہے۔

وإنه وإن وقع عليه شروح، ولكن منها مايمل جداً، ومنها مايخل حداً، فاستخرت الله تعالى، واخترعت له شرحاً يذلل صعابه، ويستخرج عن قشره لبابه، ويكشف عن وجوه مخدراته النقاب، ويوضح ما فيه من المسائل الصعاب، بحيث إنه عدل ووسط مجنب عن الإفراط والتفريط، موف حق حل المتن والتركيب، كاف ذكر الدلائل بالترتيب. (مقدمه رمز الحقائق ۱/۶)

تبیین الحقائق: فخر الدین علامہ عثمان بن علی بن محجن الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۴۳ھ) کی تصنیف ہے، زیلع نامی شہر کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو زیلعی کہتے

ہیں، علامہ جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ نصب الرایہ (متوفی: ۷۶۲ھ) آپ کے شاگرد ہوتے ہیں، آپ کی شرح کے متعلق علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شرح معتبر اور مقبول شروحات میں سے ہے۔

خود علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی جن خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے، وہ یہ ہیں: ۱۔حل الفاظ کا التزام، ۲-احکام کی تعلیل کا بیان، ۳۔موقع محل کی مناسبت سے مزید فروعات کا اضافہ۔(تحفۃ المتخصص ،ص:۱۴۰)

البحر الرائق: علامہ زین الدین ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی :۹۷۰ھ) کی تصنیف ہے، جو نہ صرف کنز الدقائق کی مفصل ترین شرح ہے؛ بلکہ بجا طور پر فقہی مسائل کا انسائیکلو پیڈیا ہے، ابھی آپ باب الاجارۃ الفاسدہ تک پہنچے تھے کہ وقتِ موعود آپہنچا، علامہ محمد حسین الطوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تکملہ لکھا۔

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۹۷۰) نے کتاب کی جن خصوصیات کا ذکر کیا وہ درج ذیل ہیں:

۱:متن کے منطوق اور مفہوم کی وضاحت۔

۲: اس کے ساتھ ساتھ موقع محل کی مناسبت سے فتاوی اور دیگر شروح سے مختلف فروعات کی زیادتی۔

۳:اور مختلف ابحاث کا اضافہ۔(تحفۃ المتخصص ،ص ۱۴۲)

کشف الحقائق: ماضی قریب کے عالمِ دین علامہ عبد الحکیم افغانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۲۶ھ) کی تصنیف ہے، اس شرح کے مفید ہونے کو ثابت کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اس کا نام لیا ہے۔

۶: شرح الوقایہ

تالیف: صدر الشریعہ ثانی علامہ عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۴۷ھ)

وقایہ؛ متونِ احناف میں سے ایک بنیادی متن ہے، جسے تاج الشریعہ علامہ محمود بن

صدر الشریعہ اوّل احمد بن عبید اللہ (متوفی: ۶۷۳ھ) نے اپنے پوتے عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے حفظ کے لئے لکھا تھا، تاج الشریعہ نے یہ متن قدوری اور ہدایہ کو سامنے رکھ کر مرتب کیا تھا، آگے چل کر تاج الشریعہ کے یہی قابلِ فخر پوتے نے شرح الوقایہ کے نام سے اس کی مشہورِ زمانہ شرح لکھی۔

علامہ عبید اللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۴۷ھ) نے الوقایہ متن کی نہ صرف شرح لکھی؛ بلکہ النُقایۃ کے نام سے وقایہ کا اختصار بھی لکھا، جسے مختصر وقایہ بھی کہتے ہیں، نقایہ کو بھی متن کی حیثیت حاصل ہے، خود فرماتے ہیں:

> ''ہدایہ'' کا نچوڑ ''وقایہ الروایہ'' اور وقایہ کا نچوڑ ''النقایہ'' ہے، ہدایہ کے مسائل یاد کرنے والے کو چاہیے کہ وقایہ کو یاد کرلے، اگر یہ نہ ہوسکے تو النقایہ کو یاد کرے تو بھی مقصد حاصل ہوجائے گا۔

> **ثم إني لما وجدت قصور هم م بعض المحصلين عن حفظه اتخذت منه هذا المختصر مشتملاً على ما لا بد منه، فمن أحب استحضار مسائل الهداية فعليه بحفظ الوقاية، ومن أعجله الوقت فليصرف إلى حفظ هذا المختصر عنان العناية، إنه ولي الهداية.**

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۰۱۴ھ) نے اس متن کی شرح فتح باب العنایہ کے نام سے لکھی، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں احادیث وآثار کو بطور دلائل کثرت کے ساتھ ذکر کیا ہے، شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۴۱۷ھ) اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

> **وهو أفضل الشروح جميعا كما أنه أنقاها لغة، وأسلسها عبارة، وأوفاها استدلالا، وأحسنها تعليلا، مع امتيازه إلى هذه المزايا يعزو الأحاديث إلى مخرجيها، والأقوال إلى قائليه.**

ترجمہ: یہ تمام شروحات میں سب سے بہتر شرح ہے، انہوں نے لغوی اعتبار

سے منقح کر کے (الفاظ کے معانی بیان کئے ہیں) اس کی عبارت سلیس ہے، (نصوص سے) استدلال میں کامل ہے، نہایت عمدگی کے ساتھ (مسائل کی) علت بیان کی ہے، اس شرح کی خصوصیات میں ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ احادیث کو اس کے ماخذ سے بیان کیا ہے اور اقوال کو ان کے قائلین کی طرف منسوب کیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۵۳ھ) اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

إن الشيخ على القارى ما جاء بشيء يعجب القلوب والأسماع مثل كتابه شرح النقاية ويجب أن يدخل في الدرس النظامي بدلا من شرح الوقاية.

ترجمہ: ملا علی قاری کی شرح النقایہ ایسی کتاب ہے جس سے دلوں کو راحت ملتی ہے اور کانوں کو سن کر خوشی حاصل ہوتی ہے، بہتر یہ ہے کہ درس نظامی (کے نصاب میں) شرح الوقایہ کی جگہ اس کتاب کو شامل کیا جائے، یہ شرح شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۴۱۷ھ) کی تعلیقات کے ساتھ المطبوعات الاسلامیہ حلب سے طبع ہے۔ (کتب فقہ، اصول فقہ اور اردو فتاوی کا تعارف، ص: ۲۵۹، وتحفۃ المتخصص، ص: ۱۹۴)

یہ تفصیل اس لئے پیش کی گئی؛ تاکہ شرح الوقایہ کا تصنیفی اور ترکیبی ڈھانچہ سمجھ میں آئے، چنانچہ یہ بات ثابت ہوئی کہ وقایہ، شرح الوقایہ اور نقایہ کے ڈانڈے الھدایہ سے جا کر ملتے ہیں اور یہ کہ ملا علی القاری کی شرح النقایہ ایک بہترین شرح ہے۔

شرح الوقایہ کی اکثر تعبیرات تعقیدات کی زد میں رہتی ہیں، جس کی بنا پر مقصود اور حاصل تک رسائی میں بسا اوقات سخت دشواری پیش آتی ہے، اس لئے شرح الوقایہ کا مدرس:

(۱) شرح الوقایہ کی معروف شروحات کے ساتھ ساتھ الھدایہ اور ملا علی القاری کی شرح النقایہ کو نیز عصرِ حاضر کے ایران کے نامور سنّی عالم دین شیخ نجم الدین الدُرَّ کانی رحمۃ اللہ علیہ

کی اختصار الروایہ شرح مختصر الوقایہ کو بھی مطالعہ میں رکھے اور اس پر غور کرے کہ ان کتابوں میں مسئلہ کی تشریح وتعبیر کس طرح کی گئی ہے اور اس سے مسائل ودلائل کا خلاصہ کیا نکلتا ہے؟ اور اس سلسلے میں شرح الوقایہ کی تعبیر میں کس طرح کی تعقید پائی جاتی ہے؟

(۲) شرح الوقایہ کے حل کے لئے علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی السعایہ اور عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایہ پیشِ نظر رکھے۔

عمدۃ الرعایہ : شرح وقایہ کا بہترین حاشیہ ہے، جس میں حلِ عبارت ، وضاحتِ مسائل، دلائل وغیرہ کا التزام کیا گیا ہے، علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اس حاشیے کی بھی تکمیل نہ کر سکے؛ بلکہ کتاب البیوع تک ہی حاشیہ لکھا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد مختلف حضرات نے اس کا تکملہ لکھا، پاک وہند میں رائج نسخوں پر جو تکملہ ہے وہ علامہ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جب کہ حال ہی میں بیروت سے سات جلدوں میں شائع شرح وقایہ میں دو تکملے ہیں۔

علامہ محمد عبد الحمید انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جس کا نام **زبدة النهاية لعمدة الرعاية** ہے۔ یہ کتاب البیوع سے کتاب الاجارہ تک کی ابحاث پر مشتمل ہے، پھر کتاب المکاتب سے علامہ محمد عبد الرحیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن الدرایہ لا واخر شرح الوقایہ کے نام سے اس حاشیے کو مکمل کیا۔ (تحفۃ المتخصص ،ص:۱۵۸)

(۳) شرح الوقایہ کا سبق جب پڑھانا ہو تو یہ بھی دیکھے کہ مسئلہ کس قاعدے پر متفرع ہے؟ اس قاعدے کو سمجھا کر پوری بحث کو اس پر منطبق کرے۔

(۴) کتاب میں مذکور فقہائے کرام کے اختلافات اور ان کے دلائل کو معاون کتب کی مدد سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ سمجھایا جائے؛ تا کہ طلبہ اگلے سال الھدایہ کے لئے تیار ہوسکیں۔

۷: الہدایہ

تالیف: علي بن ابي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، ابو الحسن برهان الدين رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۵۹۳ھ)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

اس کتاب کو اگر درس نظامی کا حاصل اور علوم دینیہ کی بنیاد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا؛ لہٰذا استاذ کو اسی اہمیت کے ساتھ اسے پڑھانا چاہیے، کتاب کا مقصد یہ ہے کہ طالب علم کو مسائل کے ساتھ ان کے نقلی اور عقلی دلائل اور فقہاء کے مدارک استنباط سے واقفیت ہو، اس کتاب کی تدریس میں مندرجہ ذیل امور کا اہتمام لازمی ہے:

(۱) عبارتِ کتاب کی تصحیح لازمی ہے۔

(۲) مسئلے کی صورت کا واضح بیان، جو خارج میں مثالوں سے مصوّر کر کے ہو تو بہتر ہے اور مسئلے کے حکم کی تفصیل مع اختلاف فقہاء۔

(۳) مسئلے کے دلائل کی توضیح اور مخالف فقہاء کے دلائل کا جواب۔

(۴) مذکورہ دونوں امور، پہلے کتاب سے ہٹ کر طلباء کو سمجھا دیے جائیں، پھر کتاب سے ترجمہ کر کے اس بحث کی پوری مطابقت کرائی جائے۔

(۵) دلائل کے بیان کے وقت جس قدر ممکن ہو، اصول فقہ کے قواعد کا اجراء کرایا جائے۔

(اس سلسلے میں مولانا اعجاز احمد قاسمی کی اصولِ ہدایہ، مفتی محمد اسامہ پالن پوری کی فقہی ضوابط ترجیحاً دیکھیں اور موقع ہو تو مفتی شاد محمد شاد کی فقہی قواعد کا تحقیقی مطالعہ اور ڈاکٹر محمود حمزہ دمشقی کی ''الفوائد البھیہ فی القواعد الفقھیہ'' بھی دیکھیں اور فرصت و ہمت ہو تو مؤسسہ زاید بن سلطان کی طرف سے اکتالیس جلدوں میں شائع شدہ معلمۃ زاید للقواعد الفقھیہ والاصولیہ پر بھی نظر ڈال لیں۔ اضافہ از مؤلف)

(۶) حل کتاب کے لئے عنایہ اور کفایہ کو بنیاد بنایا جائے اور دلائل کی تفصیل کے لئے فتح القدیر اور بنایہ للعینی سے مدد لی جائے۔

(۷) اس بات کا اطمینان کیا جائے کہ طالب علم کو باب سے متعلق اہم اور بنیادی

مسائل یاد ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کا امتحان لیا جاتا رہے۔

(۸) کبھی کبھی طلبہ سے دلائل کی تقریر بھی کرائی جائے؛ تاکہ علمی باتوں کو واضح انداز میں سمجھانے کی عادت پڑے۔

(۹) اس بات کی بطور خاص نگرانی کی جائے کہ ہدایہ جیسی کتاب کے مطالعے اور اس کو سمجھنے کی صلاحیت طالب علم میں پیدا ہو رہی ہے یا نہیں۔(درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھائیں؟ ص:۲۷،۲۸)

(۱۰) مفتی بہ مسائل کے لئے مفتی غلام قادر نعمانی کی ترجیح الراجح فی مسائل الھدایہ دیکھتا رہے۔

(۱۱) صاحبِ ہدایہ کے تصحیحِ التزامی کے طریقہ کار سے بھی طلبہ کو خوب اچھی طرح واقف کروایا جائے کہ تصحیحِ التزامی کا ایک معروف طریقہ تو یہ ہے کہ قولِ راجح کو مقدم ذکر کیا جائے اور قولِ مرجوح کو مؤخر، فتاویٰ قاضی خان اور ملتقی الابحر میں اسی طریقہ کو اپنایا گیا ہے، جبکہ دیگر بعض کتبِ فقہ میں تاخیر الراجح اور تقدیم المرجوح کا طریقہ اختیار کیا گیا۔

صاحبِ ہدایہ نے دونوں کو گویا جمع کیا ہے؛ چنانچہ بیانِ اقوال میں تو اکثر و بیشتر وہ قولِ راجح کو مقدم ذکر کرتے ہیں؛ مگر بیانِ دلائل میں قولِ راجح کی دلیل اخیر میں ذکر کرتے ہیں جس میں قولِ مرجوح کی دلیل کا جواب بھی موجود رہتا ہے۔

وفی نتائج الافکار من عادة المصنف المستمرة ان یؤ خر القوی عند ذکر الادلة علی الاقوال المختلفة لیقع المؤخر بمنزلة الجواب عن المقدم وان کان قدم القوی فی الاکثر عند نقل الاقوال۔ (مقدمة الھدایة للعلامة أبی الحسنات محمد عبدالحی اللکنوی)

(۱۲) ہدایہ جیسی عظیم الشان کتاب شروع کرنے سے قبل کم از کم ایک ہفتہ مبادیاتِ فقہ پر سلسلہ وار محاضرے دیئے جائیں، جن میں اِن موضوعات کا احاطہ کیا جائے: فقہ کی تعریف مع وضاحت فوائدِ قیود، فقہ کا موضوع وغرض وغایت، فقہِ اسلامی کی خصوصیات، فقہِ

حنفی کے خصائص، فقہِ اسلامی کی نشوونما اور تدوین، طبقاتِ فقہاء، طبقاتِ مسائل اور متونِ احناف کا تعارف، اختلافِ فقہاء اور اس کے اسباب، اجتہاد وتقلید، فقہی مذاہب کی امہاتِ کتب کا تذکرہ۔

مبادیاتِ فقہ کے لئے ان کتابوں کی جانب مراجعت کرے:

۱: فقہِ اسلامی تدوین وتعارف: مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی

۲: اسلامی فقہ کے اصول ومبادی: ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی

۳: مبادیاتِ فقہ: مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی گجرات

۴: الفقہ الاسلامی ومدارسہ: ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء

۵: الفقہ الاسلامی وادلتہ، مقدمات ضروریۃ عن الفقہ: ڈاکٹر وہبہ الزحیلی

۶: تاریخ التشریع الاسلامی: علامہ محمد خضری بگ

۷: المدخل الی دراسۃ المذاہب الفقہیہ: شیخ علی الجمعۃ

۸: اسباب اختلاف الفقہاء: شیخ علی الخفیف

۹: اثر الحدیث فی اختلاف الفقہاء: شیخ محمد عوامہ

۱۰: الانصاف فی اسباب الاختلاف: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۱۱: عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۱۲: محاضرات فقہ: ڈاکٹر محمود احمد غازی

ہدایہ کا مقام اور اس کی فنی لطافتیں

محدث العصر حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرمایا کرتے تھے:

الحمد للہ میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر اس جیسی کتاب لکھ سکتا ہوں؛ مگر چار کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی طرز پر کچھ نہیں لکھ سکتا، ان میں سے ایک قرآنِ کریم، دوسری صحیح بخاری، تیسری مثنوی شریف اور چوتھی ہدایہ، جو لوگ امام

العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان، قوتِ حافظہ اور شوکتِ علمی سے واقف ہیں وہ ان کے اِس ارشاد کا وزن محسوس کر سکتے ہیں۔ (ماہنامہ البینات کراچی محرم الحرام ۱۴۳۱ھ-جنوری ۲۰۱۰ء)

قرآن پاک کی شانِ اعجاز تو مسلّم اور ثابت شدہ ہے، اس جیسی ایک آیت بھی کوئی پیش نہیں کرسکتا، بخاری شریف کو امت نے بالاتفاق **أصح الكتب بعد كتاب الله** کا خطاب دیا ہے، الہدایہ کے بارے میں یہاں تک کہا گیا:

ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما ألفوا قبلها في الشرع من كتب.

بے شک ہدایہ نے ان کتابوں سے بے نیاز کر دیا جن کو فقہاء وعلماء نے اس سے قبل تصنیف وتالیف کیا، جیسے قرآن نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر کے ان سے بے نیاز کر دیا۔

اس جملہ کا غلط ترجمہ یوں کیا جاتا ہے:

ہدایہ قرآن کریم کی طرح ہے جس نے شریعت کی ساری کتابیں منسوخ کردی۔ (احناف میڈیا ڈاٹ کام)

اور مولانا روم کی مثنوی کے متعلق مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

مثنوی مولوی معنوی

ہست قرآن در زبان پہلوی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس کا ظاہر مطلب لیا جائے تو غلط ہونا اس کا ظاہر ہے اور شاعرانہ مبالغہ پر محمول کرنا بھی رسول وقرآن کے معاملہ میں مولانا جامیؒ سے بہت بعید ہے، فرمایا کہ ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح یہ فرماتے تھے کہ یہاں قرآن سے مراد قرآن معروف نہیں؛ بلکہ کلامِ الٰہی ہے جو وحی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہے، اس تشریح پر کوئی اعتراض نہیں رہتا؛ کیونکہ مضامین مثنوی

قرآن وسنت سے باہر کہیں نہیں۔(ملفوظات حکیم الامت ۲۴/ ۲۷۴)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

مصنفِ ہدایہ جب گفتگو کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شہنشاہ کلام کر رہا ہے، ابن ہمام کی نگاہ اصول پر اچھی ہے؛ لیکن ہدایہ کی شرح میں صاحبِ ہدایہ کے سامنے کچھ نظر نہیں آتے۔(نوادراتِ کشمیری، ص:۲۶)

مفتی اختر امام عادل صاحب قاسمی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

(فنّ فقہ میں درسِ نظامی کی) آخری کتاب ہدایہ ہے، اس میں مسائل بھی ہیں اور استدلال بھی، توفیق وتطبیق بھی ہے اور ترجیح بھی، ہر مسئلہ کو دلائلِ نقلیہ کی روشنی میں بھی پیش کیا گیا ہے اور عقل وفکر کی میزان پر بھی پرکھا گیا ہے، فقہاء کے اختلافات کا بھی ذکر ہے، اور منشا اختلاف کا بھی بیان ہے، موازنہ بھی ہے اور محاکمہ بھی، اصول وکلیات سے بھی اخذ واستفادہ کیا گیا ہے اور شریعت کے مزاج ومذاق سے بھی اور اہم بات یہ ہے کہ عبارت محاوراتی، جامع اور سہل ممتنع کا شاندار نمونہ ہے، کتاب کے مباحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحبِ کتاب محدث بھی تھے اور فقیہ بھی، مذہب کے اصولوں سے بھی واقف تھے اور احوالِ زمانہ سے بھی، ہدایہ کے یہی وہ امتیازات ہیں جن کی بنا پر یہ پورے آٹھ سو سالوں سے داخلِ درس اور محورِ تحقیق وتشریح ہے، اس کتاب کی تدریس کے لئے فقہی بصیرت اور ماخذِ استدلال سے آگہی کی ضرورت ہے، محض رسمی شروحات کی مدد سے اس کتاب کا حق ادا نہیں ہوسکتا؛ اس لئے کہ فقہی مسائل کی بنا پر اگر یہ ایک فقہی کتاب ہے تو احادیث وآثار کے بے پناہ حوالوں نے اسے کتابِ حدیث بھی بنادیا ہے اور عقلی استدلالات کی بنا پر یہ معقولی کتاب بھی ہے، اختلافاتِ فقہاء کے تذکرہ کی بنا پر یہ ادب الخلاف کی کتاب بھی ہے اور موازنہ ومحاکمہ کی بنا پر

یہ مناظرہ کی بھی کتاب ہے اور سب سے اہم بات ہر مسئلہ میں صاحبِ کتاب کے موقف تک رسائی کا ہے، ان کا طرزِ استدلال اور دلائل کی ترتیب اس پر غمازی کرتی ہے کہ صاحبِ کتاب کے نزدیک کون سی رائے زیادہ قابل ترجیح ہے؟ ہر جگہ اپنے نقطہ نظر کی یہ صراحت نہیں کرتے؛ بلکہ استدلال کی نبض پکڑ کر مسئلہ کی روح تک پہونچنا پڑتا ہے...اس لئے اس کتاب کے مدرس کے لئے جامع العلوم ہونا ضروری ہے۔(ہندوستان میں تدریس فقہ واصول فقہ فنی اور تاریخی نقطہ نظر سے،ص:۷)

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۸۴ھ) نے سراج الہدایہ کے آغاز میں ہدایہ کے بارے میں یہ کلمات تحریر کئے ہیں، ان کے یہ جملے ہدایہ کی ایک منفرد خصوصیت کی نشاندہی کررہے ہیں:

دریا کی ظاہری سطح پر تیرنے سے موتی ہاتھ نہیں آتے،موتی اس کے ہاتھ لگتے ہیں جو دریا کی گہرائی تک غوطہ لگانے کی قدرت رکھتا ہو، ان جیسے راسخین فی العلم میں سے شیخ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں،جنہوں نے شرائعِ اسلام یعنی احکامِ شرعیہ کی تحقیق وتدقیق پر ہدایہ کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی، جو احکام شرعیہ کی تحقیق وتدقیق اور علم کی گہرائی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، ہر مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال اور ہر قول کی ایک ایک دلیل نقلی اور ایک ایک دلیل عقلی بیان کی، پھر آخر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل عقلی بیان کرنے کے بعد ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کی ہر دلیل نقلی اور دلیل عقلی کا جواب دیا، اِس طرح بسا اوقات تین اماموں کی چھ دلیلیں اور ان کے چھ جواب مل کر بارہ ہوتے ہیں اور دو دلیلیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایک وجہِ ترجیح سب مل کر پندرہ دلائل کا ذخیرہ چند سطروں میں سامنے آجاتا ہے اور قاری پر حیرت واستعجاب کا عالم طاری ہوجاتا ہے۔(ہدایہ اور

صاحبِ ہدایہ،ص: ۴۵بحوالہ کتب فقہ، اصول فقہ اور اردو فتاوی کا تعارف،ص:۱۷۵)

ہدایہ فقہی مسائل ودلائل کا بیش بہا ذخیرہ ہے،فقہ کی بنیادی اِکائی مسئلہ ہے، مسائل کا مجموعہ فقہ کہلاتا ہے،مسئلہ کے تین اجزاء ہوتے ہیں:(۱)صورت(۲)حکم(۳)دلیل

(۱)صورتِ مسئلہ میں یہ بحث کرنا ہے کہ مسئلہ احادیہ یعنی: ایک پہلو والا ہے یا ثنائیہ دو پہلو والا ہے یا ثلاثیہ تین پہلو والا ہے یا اس سے زیادہ پہلو ہیں، ایک پہلو والا ہے تو اس کے سمجھانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

اگر پہلو دار ہو تو اس کو اچھی طرح سمجھایا جائے، جیسے ثنائیہ کی مثال:

وإذ طلق الرجل امرأته في مرض موته طلاقا بائنا فمات وهي في العدة ورثته وإن مات بعد انقضاء العدة فلا ميراث لها ۔(الهداية كتاب الطلاق ۲ / ۲۵۱)

آدمی اپنے مرض الوفات میں بیوی کو طلاقِ بائن دے اور مر جائے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی یا تو بیوی کی عدت باقی ہوگی یا ختم ہو چکی ہوگی، پہلی صورت میں اس کو میراث ملے گی؛ جبکہ دوسری صورت میں میراث نہیں ملے گی۔

ثلاثیہ کی مثال جیسے عبدِ مشترک میں ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس کی تین صورتیں ہیں:

الف: دونوں شریک موسر ہوں گے۔

ب: دونوں معسر ہوں گے۔

ج: ایک معسر اور ایک موسر ہوگا، پھر ہر ایک کا الگ الگ حکم بیان کرے۔

صورتِ مسئلہ میں یہ بھی سمجھائے کہ کبھی مسئلہ معکوس ہوگا اور کبھی مزدوج، پھر مسئلہ خواہ معکوس ہو یا مزدوج ثنائیہ ہی ہوگا،معکوس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ کے دو پہلو ہیں، جو ایک دوسرے سے مکمل برعکس ہے،صورت میں بھی اور حکم میں بھی، جیسے:

ویکرہ أن یقرأ السورۃ في الصلاۃ أو غیرھا ویدع آیۃ السجدۃ ...ولا بأس بأن یقرأ آیۃ السجدۃ ویدع ما سواھا ۔(الھدایۃ ، باب سجود التلاوۃ ١؍٧٩)

نماز اور غیر نماز میں یہ صورت مکروہ ہے کہ پوری سورت پڑھے اور آیتِ سجدہ کو چھوڑ دے؛ مگر اس کی جو برعکس صورت ہے وہ مکروہ نہیں ہے، یعنی یہ کہ صرف آیتِ سجدہ پڑھ لے اور باقی سورت چھوڑ دے۔

مزدوج کا مطلب یہ ہے کہ دونوں میں کوئی چیز قدرِ مشترک ہو مگر کسی جوہری فرق کی وجہ سے حکم مختلف ہو، جیسے:

ومن باع صبرۃ طعام کل قفیز بدرھم جاز البیع في قفیز واحد.... ومن باع قطیع غنم کل شاۃ بدرھم فسد البیع في جمیعھا۔ الھدایۃ ، کتاب البیوع ٣؍٢٤)

ان دونوں مسئلوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ ان میں مجموعے کی بیع کا تذکرہ ہے، جس کا فرد ادنی معلوم ہے، کل افراد معلوم نہیں؛ مگر جوہری فرق یہ ہے کہ اول ''مثلیات'' میں سے ہے اور ثانی ''قیمیات'' میں سے۔

(٢) حکم میں یہ بحث کرنا ہے کہ حکم اتفاقی ہے یا اس میں اختلافِ اقوال ہے، اختلاف اقوال ہے تو زیرِ بحث مسئلہ میں کتنے اقوال ہیں؟ دو قول ہیں: اس طور پر کہ شیخین ایک طرف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف یا طرفین ایک طرف اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف یا صاحبین رحمۃ اللہ علیہما ایک طرف اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف ہیں، یا مسئلہ میں تین قول ہیں اور تینوں الگ الگ جانب ہیں، جیسے: وقف کی حقیقت کیا ہے؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بمنزلہ عاریت ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بمنزلہ اعتاق ہے؛ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بمنزلہ صدقہ ہے، پھر اسی بنیاد پر دیگر شرائط و جزئیات بھی متفرع ہوتے ہیں، یہ اختلاف تو فی المذہب ہے، بکثرت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اختلافِ اقوال غیر

مذہب کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے، جیسے:

هذا الصنع أى إشعار البدنة مكروه عند ابى حنيفة وعندهما حسن وعند الشافعي سنة۔ (الهداية، باب التمتع ١/٢٥٤)

ہدی کے طور پر جو اونٹ لے جایا جاتا ہے، اس کا اِشعار یعنی اس کے کوہان میں نیزے سے خراش لگانا؛ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے، صاحبین کے نزدیک مستحسن ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے۔

(۳) دلیل میں یہ بتانا ہے کہ دلیل نقلی ہے یا عقلی، دلیلِ نقلی تین ہیں: کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماع، کتاب اللہ کی دلیل کو لقوله تعالیٰ کے عنوان سے، سنت رسول اللہ ﷺ کی دلیل کو لقوله عليه السلام کے عنوان سے اور اجماع کی دلیل کو اجماع کے عنوان ہی سے عام طور پر ذکر فرماتے ہیں۔

عقلی دلائل بھی تین ہیں: قیاسِ اقترانی، قیاسِ استثنائی اور تمثیل۔

قیاسِ اقترانی اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں نتیجہ یا نقیضِ نتیجہ مذکور نہ ہو، صرف صغریٰ اور کبریٰ مذکور ہو تو ایسی صورت میں حدِّ اوسط کو گرا کر نتیجہ نکالا جاتا ہے، جیسے: ہدایہ کتاب السیر باب استیلاء الکافر میں ہے:

الاستيلاء محظور والمحظور لا ينتهض سببا للملك. (هداية، كتاب السير، باب استيلاء الكافر ٢/٣٩٢)

یہاں صغریٰ اور کبریٰ مذکور ہے، نتیجہ نہیں ہے، نتیجہ یہ ہے: **فالاستيلاء لا ينتهض سببا للملك.**

اسی طرح کتاب النکاح باب المہر میں ہے: **أن القول في الدعاوي قول من يشهد له الظاهر** (صغریٰ) **والظاهر شاهد لمن يشهد له مهر المثل، الهداية، باب المهر، ١/٢٠٦** (کبریٰ) نتیجہ یہ ہوگا: **فالقول لمن شهد له مهر المثل**، یہ مثالیں شکلِ اول کی ہیں، جس میں حدِّ اوسط صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع ہوتی ہے، نیز شکلِ اول

میں کلیّتِ کبریٰ شرط ہوتی ہے۔

شکلِ ثانی اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں حدِّ اوسط صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول ہو، اور شکلِ ثالث میں حدِّ اوسط دونوں میں موضوع ہوتی ہے؛ جبکہ شکلِ رابع میں حدِّ اوسط صغریٰ میں موضوع اور کبریٰ میں محمول ہوتی ہے، ہدایہ میں چاروں شکلوں کی مثالیں جگہ جگہ ملتی ہیں۔

بعض بعض مقامات پر مکمل قیاسِ اقترانی مع نتیجہ بھی موجود ہے، جیسے: کتاب الشفعۃ میں ایک مسئلہ کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **لأن القسمة من تمام القبض** (صغریٰ) **والشفيع لا ينقض القبض** (کبریٰ) **فكذا لا ينقض ما هو من تمامه** (نتیجہ) (**الهداية، باب ما يبطل الشفعة ۴/۳۲۳**)

قیاسِ اقترانی هدایہ میں چھ طریقوں سے آیا ہے:

الف: صغریٰ، کبریٰ اور نتیجہ تینوں مذکور

ب: صغریٰ، کبریٰ مذکور اور نتیجہ غیر مذکور

ج: صغریٰ اور نتیجہ مذکور، کبریٰ غیر مذکور

د: کبریٰ اور نتیجہ مذکور، صغریٰ غیر مذکور

ہ: صرف صغریٰ مذکور

ز: صرف کبریٰ مذکور

ان چھ صورتوں میں سے تیسری صورت یعنی صغریٰ اور نتیجہ مذکور، کبریٰ غیر مذکور کو صاحبِ ہدایہ نے زیادہ تر استعمال کیا ہے اور چھٹویں صورت یعنی اکتفاء علی الکبریٰ کا استعمال اقلّ قلیل ہے، صاحبِ ہدایہ نے تیسری صورت کو غالباً اس لئے زیادہ استعمال کیا ہے کہ طلبہ کو استخراجِ قواعد کی مشق ہو اور وہ کبریٰ کا کلیہ خود مستخرج کریں۔

قیاسِ استثنائی میں پہلا مقدمہ قضیہ شرطیہ ہوتا ہے، پھر اگر وہ شرطیہ متصلہ ہو تو قیاسِ استثنائی متصل اور اگر شرطیہ منفصلہ ہو تو قیاسِ استثنائی منفصل کہلاتا ہے، قیاسِ استثنائی میں اگر استثناء عینِ مقدم کا ہو تو نتیجہ عینِ تالی ہوگا اور اگر استثناء نقیضِ تالی کا ہو تو نتیجہ نقیضِ مقدم

ہوگا، وسؤر الحمار و البغل مشكوك فيه قيل الشك في طهارته لأنه لو كان طاهرا لكان طهورا یہاں مقدم لو كان طاهرا ہے اور تالی لكان طهورا ہے؛ چنانچہ اگر استثناء نقیضِ تالی کے ذریعے لاکر لكنه ليس بطهور کہا جائے تو نتیجہ فلا يكون طاهرا آئے گا جو نقیضِ مقدم ہے۔

تمثیل کہتے ہیں: نقل الحكم من الأصل الى الفرع لعلة جامعة، گویا تمثیل میں چار ارکان ہوتے ہیں: مقیس، مقیس علیہ، علتِ مشترکہ اور حکم، ہدایہ میں چاروں کا اکھٹے ذکر کم ہے؛ البتہ بنیادی دو اجزاء مقیس اور مقیس علیہ بہرحال مذکور ہوتے ہیں، ایک مثال ملاحظہ ہو:

ولأن المسكر يفسد العقل فيكون حراما قليله وكثيره كالخمر. (الهداية، كتاب الاشربة ٣٩٧/٤)

یہاں چاروں ارکان موجود ہیں: مسکر مقیس، خمر مقیس علیہ، علتِ جامعہ یا مشترکہ فسادِ عقل اور حکم حرمت۔

ہدایہ میں استحسان کا بھی جابجا استعمال ہے، استحسان کی ایک تعریف یہ ہے:

هو العدول عن موجب قياس إلى قياس أقوىٰ منه. (كشف الاسرار، ٣/٤)

استحسان کے تحت جب کسی جزئی کو دلیل خاص کی بنا پر کسی کلّی سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے تو اس دلیلِ خاص کو سندِ استحسان کہتے ہیں۔

سندِ استحسان یا دلیلِ نقلی ہوگی، یعنی کتاب، سنت اور اجماع یا دلیلِ عقلی ہوگی، یعنی قیاسِ خفی، تعامل اور ضرورت، ہدایہ میں استحسان کی یہ تمام قسمیں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ ہدایہ میں دلیلِ لمّی اور دلیلِ انّی سے بھی استمداد کیا گیا ہے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ ہدایہ میں، عاداتِ صاحب ہدایہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا لأنّ سے پہلے اور بعد دونوں جگہ صاحبِ ہدایہ دلیلِ عقلی کو ذکر فرماتے

ہیں؛ البتہ فرق یہ ہے کہ اس کلمہ سے پہلے دلیلِ انی ہوتی ہے اور اس کے بعد دلیلِ لمی ہوتی ہے، استدلال اگر بالعلۃ ہو، جیسے: آگ سے دھویں پر استدلال تو وہ دلیلِ لمّی ہے اور بالعلامۃ ہو، جیسے: دھویں سے آگ کے موجود ہونے پر استدلال تو وہ دلیلِ انّی ہے۔

کسی قول کو صحیح اور راجح قرار دینے کے سلسلے میں صاحب ہدایہ کے دو طریقے ہیں:

(۱) تصحیح اور ترجیحِ صریح، جیسے: **هو الصحيح** اور **هو الأصح**.

(۲) تصحیح اور ترجیحِ التزامی، جیسے: **كذا في ظاهر الرواية، كذا في رواية الاصول** وغیرہ۔

صاحبِ ہدایہ کی ترجیحِ التزامی کا ایک معروف طریقہ یہ ہے کہ بیانِ اقوال میں تو وہ قولِ راجح کو مقدم ذکر کرتے ہیں؛ مگر بیانِ دلائل میں قولِ راجح کی دلیل اخیر میں ذکر کرتے ہیں، جس میں قولِ مرجوح کی دلیل کا جواب بھی موجود رہتا ہے۔ (ملخص من ارشاد الطالب الی مافی الهدایہ من المطالب للمفتی ابی لبابہ شاہ منصور)

در مختار اور اس کے مؤلف کا تعارف

بندے کی تالیف: تحفۃ المفتی والقاضی سے ایک اقتباس

نام: محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمن المعروف علاء الدین الحصکفی رحمۃ اللہ علیہ ہے، حصکفی رحمۃ اللہ علیہ منسوب ہیں حصن کیفاء کی جانب، جو دریائے دجلہ کے پاس بنی بکر کے شہروں میں سے ایک ہے۔

ولادت و وفات: علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۰۲۱ھ یا ۱۰۲۵ء کو دمشق میں ہوئی اور وفات بھی دمشق ہی میں ۱۰۸۸ھ کو ہوئی۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم اپنے والد کے پاس ہوئی، اسی طرح خطیبِ دمشق امام محمد المحاسن رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ نے خوب کسبِ فیض کیا، یہاں تک کہ استاذ نے آپ کو درسِ بخاری میں اپنا نائب بنالیا، بعد ازاں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے رملہ کی جانب سفر کیا اور وہاں شیخ

الحنفیہ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ حنفی میں مہارت تامہ حاصل کی۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں شیخ منصور بن علی المحلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی :١٠٦٦ھ) علامہ محمد بن تاج الدین بن احمد المحاسنی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی :١٠٧٢ھ)، شیخ عبد الباقی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ استاذ ایوب بن احمد الخلوتی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تذکرہ ملتا ہے، جو کبار صوفیاء میں سے تھے۔

تلامذہ: علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شیخ اسماعیل بن عبد الباقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی : ١١٢١ھ) جو الامام العالم الفقیہ الواعظ کے القاب سے متصف تھے وہ بھی شامل تھے، اسی طرح گیارہویں صدی ہجری کے مشہور مؤرخ صاحب خلاصۃ الاثر محمد امین بن فضل اللہ المحب الحموی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی :١١١١ھ) بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، شیخ درویش بن ناصر الحلوانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی :١١٠٧ھ) جو اپنے وقت کے فقیہ ومحدث اور متکلم تھے، ان کو بھی علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شمار کیا گیا ہے۔

علمی مقام: علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کو ان الفاظ کے ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے:

كان عالما محدثا فقيها نحويا كثير الحفظ والمرويات طلق اللسان فصيح العبارة جيد التقرير والتحرير متحريا في امر الفتيا غاية التحری،(جد الممتار علی رد المحتار ١/٢٤٢،رد المحتار ١/١٦)

آپ رحمۃ اللہ علیہ عالم، محدث ، فقیہ، نحوی ، زبردست یادداشت کے مالک ، روایات واقوال کے حافظ، زبان و بیان کی سلاست وفصاحت کے مالک ، تقریر وتحریر میں ماہر، فتوے کے معاملہ میں بہت محتاط تھے۔

شروح وحواشی: درمختار کے مشہور ومتداول شروح اور حواشی تین ہے:

(١) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، علامہ احمد بن محمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی :١٢٣١ھ)

(٢) طوالع الانوار فی شرح الدر المختار، علامہ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی :١٢٥٧ھ)

(۳) رد المحتار علی الدر المختار، علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۲۵۲ھ)
(تحفۃ المفتی والقاضی، ص: ۳۰)

درسِ نظامی میں درِمختار کا مقام

درسِ نظامی کی یہ انتہائی اور آخری درجہ کی فقہی کتاب ہے اور اختصار و جامعیت کا شاہکار اور پوری فقہی تاریخ کی عجوبہ روزگار! اللہ جانے علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے کس اخلاص و جانفشانی کے ساتھ اِس کتاب کو تصنیف کیا ہے کہ وقتِ تصنیف سے لے کر آج تک اس کی مقبولیت و مرجعیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، کبارِ فقہاء نے اس کی شروحات لکھی ہیں، علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کے نام سے اس کا مشہورِ زمانہ حاشیہ لکھا اور علامہ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے طوالع الانوار کے نام سے چالیس سے پچاس جلدوں پر مشتمل اس کی نہایت مبسوط شرح لکھی، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ نے تو اِس کتاب کو حیاتِ جاوداں عطا کردی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان بزرگوں کے اوقات و کارناموں میں جو برکت دی تھی وہ انتہائی حیرت انگیز اور طیّ زمانی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے، یعنی بات صرف ایک مسئلہ پر صرف ایک کتاب کے حوالے کی نہیں ہے؛ بلکہ بکثرت ایسا ہوا ہے کہ ایک ایک مسئلہ پر نہ صرف حوالوں کے انبار ہیں؛ بلکہ جگہ جگہ فقہی آراء ونظریات کا مجتہدانہ جائزہ، ترجیح و محاکمہ اور تسامحاتِ فقہاء پر تنبیہ بھی ہے؛ اس لئے درمختار کی تدریس بہت ہی اہتمام سے ہونی چاہئے، سال بھر میں پوری کتاب کو پڑھانا تو تقریباً ناممکن ہے، منتخب ابواب ہی پڑھائے جاسکتے ہیں، عام طور پر مقدمہ کتاب، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الوقف، کتاب القضاء اور کتاب البیوع کے ابواب پڑھائے جاتے ہیں، تدریس کے دوران تنہا شامی ہی کو مطالعہ میں رکھ لیا جائے تب بھی حل کتاب کے ساتھ ساتھ مفتی بہ اقوال کی معرفت اور صاحبِ کتاب کے تسامحات سے آگاہی ہوجائے گی، چند ایک مواقع ایسے ہیں جہاں مزید وضاحت کے لئے تقریراتِ رافعی اور دیگر کتبِ فقہ کو دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جیسے: کتاب

النکاح باب الولی کی اس عبارت کو حل کرنے کے لئے: ومفاده أن القول لمدعي الاكراه لو في حبس الوالي فليحفظ ، المکتبۃ الشاملۃ سے دیگر کتابوں میں ان مواقع کی تلاش وتحقیق میں کافی مدد ملتی ہے؛ چنانچہ مجمع الضمانات اور الاشباہ والنظائر کے ایک جزئیہ سے اس ضابطے کی وضاحت ہوتی ہے:

وضاحت یہ ہے کہ صاحبِ کتاب نے ثیبہ کے خیارِ بلوغ کے بطلان وعدمِ بطلان کے ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے اچانک باب الصلح کے اِس ضابطہ وکلیہ کا افادہ فرمایا کہ مدعی اکراہ کا قول معتبر ہوتا ہے جبکہ وہ حاکم کی قید میں ہو، اِس کلیہ کا کیا مطلب ہے؟ محتاجِ شرح ہے، علامہ غانم بغدادی اور علامہ ابن نجیم نے اِس کی مثال پیش کی ہے کہ وہ شخص جسے چوری کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے؛ اگر وہ ''مسروق منہ'' سے صلح کر لیتا ہے پھر بعد میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ صلح جبر ودباؤ کی حالت میں کی تھی تو اگر وہ بوقتِ صلح حاکم یا پولیس کی تحویل میں تھا تو صلح کو باطل قرار دیا جائے گا کیونکہ عموماً وہاں جبر واکراہ کا ماحول ہوتا ہے اور اگر قاضی کی قید میں تھا تو صلح کو جائز قرار دیا جائے گا۔

وَلَوْ صَالَحَ الْمَحْبُوسُ بِتُهْمَةِ سَرِقَةٍ وَنَحْوِهَا فَإِنْ كَانَ حَبَسَهُ الْوَالِي أَوْ صَاحِبُ شَرْطٍ فَالصُّلْحُ بَاطِلٌ؛ لِأَنَّهُ مُكْرهٌ, وَإِنْ حَبَسَهُ الْقَاضِي فَالصُّلْحُ جَائِزٌ.(غانم بن محمد البغدادي، مجمع الضمانات، صفحة:٣٨٩)صَالَحَ الْمَحْبُوسَ ثُمَّ ادَّعَى أَنَّهُ كَانَ مُكْرَهًا لَمْ تُقْبَلْ إلَّا إذَا كَانَ فِي حَبْسِ الْوَالِي؛ لِأَنَّ الْغَالِبَ حَبْسُهُ ظُلْمًا كَمَا فِي الْبَزَّازِيَّةِ (الأشباه والنظائر لابن نجيم، صفحة: ٢٢٣)

درمختار کے بارے میں اِس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ اِس کے مباحث، فقہ کے ایک عام طالبِ علم کے دسترس میں آسانی سے نہیں آسکتے ، اِدھر چند سالوں سے عام طور پر شعبہ افتاء میں اِسی قسم کے طلبہ کا رجوع زیادہ ہے، اگر استاذ کسی مصلحت اور طلبہ کے فائدے کے پیشِ نظر کتاب کے حل کرنے کی ذمہ داری طلبہ پر ڈالنا چاہتا ہے تو اوپر اشارہ کردہ پہلوؤں کے اعتبار سے بھرپور نگرانی کرتا رہے کہ آیا اس کے مطابق کتاب حل ہو رہی ہے یا

نہیں؟ ایسی صورت میں بہتر؛ بلکہ ضروری ہے کہ شروع کے چند ہفتے استاذ خود سبق کی تیاری کر کے آئے اور حلّ عبارت کر کے دکھلائے اور روزانہ سبق کی سہل ومرتب تقریر کرے، پھر جب طلبہ استاذ کے نہج کو سمجھ جائیں تو باری باری ان کو کتاب حل کرنے کا مکلف کیا جا سکتا ہے۔

طریقۂ تدریس

ددرمختار کی تدریس یا طلبہ سے حل کروانے میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے:

(۱) تصحیح عبارت لازمی ہے، بعض تراکیب میں علانیہ طور پر دشواری محسوس ہوتی ہے کہ عبارت پر کیا اعراب ہونا چاہیے؟ یہاں نحوی استعداد کا زبردست امتحان ہوتا ہے، المکتبۃ الشاملۃ کے نسخے میں عبارت پر اگرچہ اعراب لگا ہوا ہے؛ مگر اس پر کلّی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اپنے طور پر قواعدِ نحو میں غور کر کے اطمینان کر لینا چاہئے۔

(۲) الفاظِ غریبہ کا تلفظ اور ان کے معنی ضرورت کی جگہوں میں صاحبِ کتاب نے بیان کر دیئے ہیں، علامہ شامی نے مزید اضافے بھی کئے ہیں، ان کو اہتمام کے ساتھ دیکھا جائے، نحوی اور لغوی اعتبار سے حلّ کتاب کے لئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اکثر طحطاوی کا سہارا لیتے ہیں؛ اِس لئے شامی کے مطالعہ کے بعد ایک نظر طحطاوی پر بھی ڈال لی جائے تو بہتر ہے، یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ شامی میں طحطاوی بھی ہے؛ مگر طحطاوی میں شامی نہیں؛ لیکن بہر حال اس کلیہ میں استثناء سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا؛ اس لئے طحطاوی کی افادیت واہمیت بھی اپنی جگہ باقی ہے۔

(۳) ترجمہ نہایت صاف ستھرا اور نکھرا ہوا کیا جائے، ترجمہ کرتے وقت ضمائر اور متعلقات کو خوب اچھی طرح متعین کر لیا جائے، علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ سے متعلق زیادہ سے زیادہ جزئیات کو ذکر کرنے پر حریص معلوم ہوتے ہیں، متن کے بیچ بیچ میں کئی ایک جزئیات کو شامل کرنا حضرت کی عادتِ شریفہ ہے، بسا اوقات اس کی وجہ سے متن کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے خاصا دور ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں ایک دفعہ متن کا علیحدہ ترجمہ اور ایک دفعہ شرح کے ساتھ ملا کر کر لینا چاہئے۔

(۴) کہیں کہیں تفہیم کے لئے خرائط ونقشہ جات اور تختہ سیاہ کا سہارا لینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جیسے رضاعت کی ایک سوبیس صورتیں، جو اصل میں ایک سو آٹھ ہیں، صاحبِ کتاب کو تسامح ہو گیا اور انھوں نے ایک سوبیس سمجھ لیا، ان صورتوں کو کما حقہ سمجھنا اور ان کے شمار کرانے میں ہونے والے تسامح تک پہنچنا خریطہ اور نقشے پر موقوف ہے، اِسی طرح کتاب الطلاق کا مشہور ضابطہ: **الصریح یلحق الصریح و البائن و البائن یلحق الصریح لا البائن**، اس کے معانی ومطالب اور اس کے مضمرات ومندرجات اسی وقت قابو میں آسکتے ہیں جب کہ اس کی تفہیم کے لئے تختہ سیاہ کی مدد لی جائے۔

(۵) کتاب کے بعض مواقع نہایت دقیق اور مغلق ہیں، ان کے حل کرنے اور اس سے زیادہ اس کا تفہیمی ڈھانچہ تیار کرنے میں دماغ کی چولیں ہل جاتی ہیں، ان مواقع کی خاص اہتمام سے تیاری کی جائے، جیسے باب الرضاع کی یہ عبارت:

استثناء منقطع، لان حرمة من ذكر بالمصاهرة لا بالنسب فلم يكن الحديث متنا ولا لما استثناه الفقهاء فلا تخصيص بالعقل كما قيل. (الدر مع الرد ۳/۲۱۴)

اس میں جو اشکال وجواب ہے، اس کے حل کرنے میں خاصی دشواری ہوتی ہے، اسی طرح کتاب الوقف کے شروع میں یہ جو عبارت ہے:

فالصحيح أنه كوصية تلزم من الثلث بالموت لا قبله. قلت: ولو لوارثه وإن ردوه لكنه يقسم كالثلثين فقول البزازية إنه إرث: أي حكما فلا خلل في عبارته. (الدر مع الرد ۴/۳۴۵)

اس کو حل کرنے میں سخت دماغی ریاضت درکار ہوتی ہے، اِس نوع کے دسیوں مقامات سے درمختار کے معلم ومتعلم کو سابقہ پڑتا ہے، جہاں مردانہ ہمت سے کام لیتے ہوئے اور دعا وایصالِ ثواب کرتے ہوئے حل کرنے؛ بلکہ سَر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۶) استعداد میں اگر پختگی ہو تو شامی سے الگ کر کے بھی حلّ کتاب اور ترجمہ کا کام

کسی حد تک چل سکتا ہے اور رسمی طور پر مقررہ نصاب کی تکمیل بھی ہوسکتی ہے؛ لیکن افتاء سے مناسبت، تحقیق کا ذوق، اجتہادی نظر، راجح اور مفتی بہ اقوال کی معرفت شامی کو حرزِ جاں بنائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، ابھی اس وقت جبکہ راقم الحروف یہ سطور تحریر کررہا ہے، درمختار کا یہ صفحہ زیرِ درس ہے:

(و) فائدته أنه (لا ميراث لها) لان العدة قد تنقضي بشهرين بثلاث حيض. (قال لها أنت طالق كل يوم) أو كل جمعة أو رأس كل شهر (ولا نية له تقع واحدة) فإن نوى كل يوم أو قال في كل يوم أو مع أو عند أو كلما مضى يوم، يقع ثلاث في أيام ثلاثة، والاصل أنه متى ترك كلمة الطرف اتحد، وإلا تعدد. وفي الخلاصة: أنت طالق مع كل يوم تطليقة وقع ثلاث للحال. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق: باب الصريح ۲۶۸/۳)

یہ کتاب کی بمشکل تین سطر کی بھی عبارت نہیں ہے مگر اس میں علامہ حصکفی سے کم از کم تین جگہ چوک ہوئی ہے، جب تک شامی پیشِ نظر نہ ہو ان تسامحات کا علم کیونکر ہوسکتا ہے؟ اِس گزارش کا یہ مطلب نہیں کہ درمختار کی جگہ شامی پڑھائی جائے؛ بلکہ درمختار ہی پڑھائی جائے ؛مگر شامی کی روشنی میں!

(۷) اصول یہی ہے کہ درمختار کو دیکھ کر فتوی نہیں دینا چاہئے، جب تک کہ شامی کو دیکھ کر اطمینان نہ کرلیا جائے، یعنی شامی بجائے خود فتوے کی کتاب ہے؛ مگر یہاں یہ چیز سیکھنے کی ہے کہ اکابر علمائے دیوبند نے شامی سے استدلال کس طرح کیا ہے؟ شامی کی رائے سے کہیں اختلاف تو نہیں کیا؟ اس حوالے سے بھی کچھ باتیں درمختار کے طلبہ کے سامنے آجانی چاہئے، جیسے نابالغہ کا نکاح کرانے کے معاملہ میں باپ اور دادا کا سیئ الاختیار ہونا کب ثابت ہوتا ہے؟ مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے: ''کشف الغبار عن مسئلة سوء الاختيار'' کے حوالے سے کچھ باتیں طلبہ کے سامنے بیان کردی جائیں، اسی طرح بالغہ لڑکی

ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہے تو آیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور ولی کو خیارِ فسخ ملتا ہے یا سِرے سے نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا؟ اس مسئلہ میں ''فقہ اکیڈمی انڈیا'' نے جو فیصلہ کیا ہے اور ''چند اہم عصری مسائل'' کے حاشیہ میں مفتی زین الاسلام صاحب دامت برکاتہم نے جو رجحان ظاہر کیا ہے اس کا بھی ذکر ہو جانا چاہئے، اِسی طرح وقف اگر ویران ہو جائے تو آلاتِ مسجد اور انقاضِ مسجد کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟ آیا یہ چیزیں واقف کی ملکیت کی طرف لوٹ آئیں گی یا نہیں؟ اس بارے میں احسن الفتاوی میں جو فتوی مذکور ہے اور فتاوی دار العلوم زکریا میں جو محاکمہ ہے وہ زیرِ بحث آجائے تو طلبہ کا ذہن کھلے گا، الغرض درسِ درمختار میں ان پہلوؤں پر بھی گفتگو ہونی چاہئے یا پھر طلبہ کو اس قسم کی تمرینات دینی چاہئے۔

باب سوم

کتبِ اصولِ فقہ کی تدریس کا طریقہ کار

اصولِ فقہ، فقہ سے کہیں زیادہ بھاری اور مشکل فن ہے؛ کیونکہ اس میں استنباط و استخراج کا عمل پایا جاتا ہے، جو خالص دماغی مشق ہے، کمزور دماغ یا کم محنت والے طلبہ کو اِس فن کی ہَوا بھی نہیں لگتی، انسانی تاریخ کے ذہین ترین لوگوں نے اس علم کے اصول وقواعد وضع کئے ہیں، اِس علم کے مدوّنِ اول حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اِس فن کے اولین مصنف حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف الرسالۃ) کا شمار کرّۂ ارض کے ذہین ترین لوگوں میں ہوتا ہے۔(اصول الفقہ للمبتدئین للشیخ محمد انور البدخشانی ص:۱۱) جن کے بارے میں کہنے والوں نے کہا ہے کہ: زمین کی نصف آبادی کی عقل ایک طرف اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عقل ایک طرف، اِس صورت میں بھی ان دونوں حضرات کی دانائی اور عقل کا پلڑا بھاری رہے گا۔

لَوْ وُزِنَ عَقْلُ أَبِي حَنِيفَةَ بِعَقْلِ نِصْفِ أَهْلِ الأَرْضِ، لَرَجِحَ بِهِمْ (مناقب الإمام أبی حنیفة و صاحبیه للذهبی، ص:۳۷)

لو وُزِنَ عقل الشافعي بنصف عقل أهل الأرض لَرَجَحَ بهم (مناقب الإمام الشافعی للبیهقی ۲/۲۷۳)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قوتِ استدلال کو بیان کرتے ہوئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

میں نے ایک ایسی شخصیت کو دیکھا ہے جو اِس (لکڑی) کے ستون کو سونے کا ثابت کریں تو وہ اپنی دلیل کی طاقت سے ثابت کر سکتے ہیں۔(المنتظم فی تاریخ الامم لابن الجوزی ۸/۱۳۱)

اصولِ فقہ کی آسان تعریف یہ ہے کہ یہ علمِ فقہ تک رسائی دینے والے قواعد کی پہچان کا نام ہے، بالفاظِ دیگر شرعی دلائل سے فقہی احکام کے استنباط و استخراج کا ملکہ فراہم کرنے والے قواعد کو اصولِ فقہ کہا جاتا ہے۔(کشاف اصطلاحات الفنون ۱/۲۸)

اصولِ فقہ کی تدریس کے لئے بھی عام اصولِ تدریس کے ساتھ ساتھ اِس فن کی ہر کتاب کے طریقہ تدریس سے واقف ہونا بھی ضروری ہے، درسِ نظامی میں اس فن کی تین کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اصول الشاشی،نورالانوار اور حسامی۔

(۱)اصول الشاشی

تالیف:ابو علی الشاشی احمد بن محمد بن اسحاق نظام الدین الفقیہ الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۳۴۴ھ)

یہ اصولِ فقہ کی پہلی کتاب ہے؛لیکن بعض دقیق مباحث پر مشتمل ہے، نیز اس میں قواعد و مسائل سے زیادہ تفریعات پر زور دیا گیا ہے؛اس لئے مناسب یہ ہے کہ:

(۱)اس کتاب کو شروع کرانے سے پہلے اصولِ فقہ کی بنیادی اصطلاحات پر مشتمل کوئی چھوٹا سا رسالہ پڑھا دیا جائے ،اس ضرورت کی تکمیل کے لئے حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مبادی الاصول کے نام سے ایک مفید رسالہ تصنیف فرمایا تھا ،جو الحمدللہ بیشتر مدارس میں داخلِ نصاب ہے اور سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا ہے،اس کے علاوہ اردو زبان میں آسان اصولِ فقہ کے نام سے دو رسالے بھی نہایت مفید ہیں:ایک مولانا محمد محی الدین صاحب کا اور دوسرا فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا۔

(۲)اوّلاً اصل اور قاعدے کو عام فہم انداز میں اچھی طرح سمجھایا جائے، پھر کتاب میں جو تفریعات بیان کی گئی ہیں،قاعدے پر اچھی طرح ان کا انطباق کر کے بتایا جائے۔

(۳) مزید افادیت کے لئے جہاں ضرورت ہو کتاب سے ہٹ کر بھی مثالیں بتائی جائیں؛تاکہ تطبیق کا یہ عمل کتاب کی تفہیم تک ہی محدود نہ رہے،اس کے لئے اصول الشاشی کی معروف عربی شرح فصول الحواشی اور علامہ محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کی تسہیل اصول الشاشی کے ساتھ ساتھ دیگر اصولِ فقہ کی کتابوں سے مدد لی جاسکتی ہے ،معروف غیر مقلد عالم علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی ارشاد الفحول کو بھی بعض اہلِ علم نے اس حوالے سے مفید بتایا ہے۔

(۴) کتاب کی بعض مثالیں اصل پر بمشکل منطبق ہوتی ہیں، ایسے مواقع پر خارجی

مثالوں کے ذریعے اصل کو سمجھا دیا جائے اور کتاب میں اصل اور مثال کے درمیان جو عدم انطباق ہے باادب طریقے سے اس کی نشان دہی کردی جائے ، جیسے صاحبِ کتاب نے حقیقتِ متعذرہ کی یہ مثال دی ہے: **إذا حلف لا یاکل من هذه الشجرة** ، اس میں محلوف علیہ عدمِ اکل ہے، حالانکہ عدمِ اکل متعذر نہیں ؛ بلکہ اکل متعذر ہے۔

(۵) فن کی جو اہم اصطلاحات دورانِ درس سامنے آئیں انھیں سمجھا کر یاد رکھنے کی تاکید کی جائے اور وقتاً فوقتاً ان سے پوچھا بھی جائے، نیز جو اصطلاحات متقارب المفہوم ہوں ان کے درمیان وجوہِ فرق کی پہچان بھی کرائی جائے ،مثلاً: خاص ومعرفہ اور عام ونکرہ کے درمیان کیا فرق ہے؟ تشفی بخش انداز میں اُجاگر کیا جائے۔

(۲) نورالانوار

تالیف: ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۱۳۰ھ)

یہ اصولِ فقہ کی پہلی مفصل کتاب ہے، جو طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے، کتاب بذاتِ خود آسان ہے؛ اس لئے اس کے حل کے لئے کسی خاص جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی ؛ لیکن استاذ کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ:

(۱) اس کتاب کے ذریعے اصولِ فقہ کی اصطلاحات اور اس کے مسائل ومباحث انضباط کے ساتھ طالب علم کے ذہن نشین کرانے ہیں۔

(۲) اس کتاب میں تفریعات زیادہ ہیں، ہر جگہ تفریع کو اصل پر منطبق کرکے اصل کو یاد دلایا جاتا رہے۔

(۳) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اصولی اختلاف کی مصنف نے جگہ جگہ نشان دہی کی ہے، ایسی جگہوں میں احناف وشوافع کے اصولی اختلاف اور پھر ثمرۂ اختلاف کی اچھی طرح توضیح کی جائے۔

(۴) اس میں طلبہ کو مدارجِ احکام بالفاظِ دیگر حکمِ شرعی کی اقسام سے واقف کروانے کی ضرورت بھی پڑتی ہے کہ جانبِ فعل میں فرضیت کا ثبوت کس طرح کی دلیل سے ہوتا ہے اور

جانبِ ترک میں حرمت کو ثابت کرنے کے لئے کس معیار کی دلیل ضروری ہوتی ہے؟ قطعی الثبوت مع قطعی الدلالۃ، ظنی الثبوت مع ظنی الدلالۃ، قطعی الثبوت مع ظنی الدلالۃ اور ظنی الثبوت مع قطعی الدلالۃ کو نصوصِ شرعیہ کی مثالوں کے ذریعے سمجھایا جائے۔

نور الانوار کی مقبول اردو شرح علامہ جمیل احمد صاحب سکروڈوی کی قوت الاخیار ہے۔

(٣) حسامی

تالیف: الامام حسام الدین محمد بن محمد عمر الأَخسِیکَتِي رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ٦٤٤ھ)

یہ اِس فن کی آخری نصابی کتاب ہے، جو حقیقت میں فلسفہ اصول فقہ کی کتاب ہے، یہاں اختصار بھی بہت ہے، قیود وشرائط کی بھی کمی نہیں، مصنف بہت سے اعتراضات اور سوالات کا خاموش جواب دیتے ہوئے گذرتے ہیں، اگر طالبِ علم کے ذہن میں گذشتہ کتابوں کی روشنی میں اصول واصطلاحات اور ان کی نزاکتیں مستحضر نہ ہوں، تو یہ کتاب اس کے لئے ایک معمہ بن کر رہ جائے گی؛ اس لئے اس کتاب کا ہر زیر وزبر فکر ونگاہ کو دعوت دیتا ہے، کہ جا اینجاست، اس کتاب میں فن اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے اور اگر طالب علم صاحبِ فہم ہو تو اس کو کافی فائدہ پہونچتا ہے، منتہی طلبہ اگر توجہ دے کر اس کتاب کے بنیادی حصوں کو ذہن نشیں کرلیں تو اس فن میں دوسری کسی کتاب کی حاجت باقی نہ رہے گی۔ (ہندوستان میں تدریس فقہ واصول فقہ، ص: ٩٠)

اِس کتاب میں ایجاز واغلاق کے باوجود یہ خوبیاں ہیں:

(١) مباحث کی ترتیب، بزدوی وسرخسی کی ہے۔

(٢) قیاس واستحسان پر اس کتاب میں اچھی بحث کی گئی ہے۔

(٣) اہلیت وعوارض اہلیت کی ابحاث مناسب انداز میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

(٤) اصول الفقہ المقارن کی ایک جھلک بھی اس کتاب میں ملتی ہے کہ دیگر ائمہ کے ہاں دلالت کلام سے متعلق وہ معتبر اصول جن کا حنفیہ کے یہاں اعتبار نہیں ہوتا، ان کو وجوہِ فاسدہ کے عنوان سے بالتفصیل ذکر فرمایا گیا ہے، گو کہ یہ مناظرانہ ابحاث سہی؛ مگر اُصولِ فقہ

کو ان ابحاث سے خالی نہیں قرار دیا جاسکتا۔

یہ ساری منفرد ابحاث چونکہ حسامی کے آخری حصہ میں ہیں؛ اس لیے جہاں ممکن ہو حسامی کو شروع کے بجائے سنت کی بحث سے اختتام کتاب تک شامل درس رکھا جائے، ابتدائی حصہ میں توانائی صرف کرنے کے بجائے شاید یہ زیادہ مفید ہو۔(ماہنامہ بینات رمضان وشوال ۱۴۴۰ھ)

حسامی کی تدریس میں ان امور کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے

(۱) عبارت میں جو اختصارِ مخل ہے، شروح وحواشی کی مدد سے اس کی اطمینان بخش تفصیل کی جائے۔

(۲) مصنف نے زیادہ تر اشاراتی اور کنایاتی زبان میں اصولِ فقہ جیسے مشکل فن پر اپنے نگارشات بکھیرے ہیں اور اشاروں اشاروں ہی میں بڑے بڑے اشکالات کے جوابات دے کر آگے بڑھتے چلے گئے ہیں، اِن اشارات و اشکالات کو جب تک کھولا نہ جائے اور انھیں تصریحات کا لباس پہنا کر طلبہ کے روبرو پیش نہ کیا جائے، کتاب طلبہ کے پلّے نہیں پڑتی۔

(۳) کتاب میں جن نصوص شرعیہ کے ذریعے مسائل و جزئیات پر استدلال کیا گیا ہے، خوب اچھی طرح وجہِ استدلال بیان کر کے نصوص کو ان پر منطبق کیا جائے، اِسی طرح مختلف مثالوں کو ذکر کر کے قواعدِ اصولیہ پر ان کو اچھے طریقے سے منطبق کیا جائے۔

(۴) حسامی متن کے ساتھ کسی نسخے پر نظام الدین کیرانوی کی ''نظامی'' اور کسی نسخہ پر عبد الحق بن محمد أمیر الدھلوی کی ''نامی'' چھپی ہوئی ہے جو حلِّ کتاب میں بہت معاون ہیں ،اِسی طرح مولانا محمد انور بدخشانیؒ کی ''تیسیر المھذب فی شرح منتخب یعنی تسھیل الحسامی'' شاندار عربی شرح ہے اور علامہ عبد العزیز بن احمد البخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۷۳۰ھ) صاحبِ کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی کی شرح: کتاب التحقیق، علامہ محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول حسامی کی سب سے عمدہ و بہترین شرح ہے۔

نوٹ : علمِ اصولِ فقہ کے لئے ذہن کو سازگار کرنے اور اس فن سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے درجِ ذیل کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھنا چاہئے :

ا: صفحات مدنیۃ فی اصول فقہ الحنفیۃ

یہ بلادِ عرب کے معروف محقق شیخ سائد بکداش کی ایک مختصر اور جامع تصنیف ہے، جس میں اصولِ فقہ کی تعریف سے لے کر شریعتِ اسلامیہ کے مصادرِ اصلیہ ، ذیلی مصادر، حکم شرعی اور اس کی اقسام، حکمِ وضعی کی تفصیل، اہلیتِ مکلّف اور دلالاتِ الفاظ کے مباحث ، اجتہاد و تقلید کے احکام اور اخیر میں احناف کی اہم کتبِ اصولِ فقہ کا تعارف بھی ذکر کیا گیا ہے، جدید طباعت سے آراستہ دوسو صفحات پر مشتمل یہ کتاب اس لائق ہے کہ اصولِ فقہ کا ہر مدرس اس کو اپنے مطالعہ میں رکھے اور ذی استعداد طلبہ کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دے۔

۲: اصول الفقہ للمبتدئین اور تیسیر اصول الفقہ

پڑوسی ملک کے وقیع المرتبت عالمِ دین اور ماہر اصولی حضرت مولانا محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصنیفات ہیں ، جو عربی زبان میں ہیں اور اصولِ فقہ کے تمام اہم موضوعات کو حاوی ہیں۔

۳: اصول الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ

۴: تدوین فقہ واصول فقہ، مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

۵: محاضراتِ اصولِ فقہ، مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم

۶: محاضراتِ فقہ، ڈاکٹر محمود احمد غازی

باب چہارم

فقہ اور اصولِ فقہ کا نصاب

چند گزارشات

درسِ نظامی بارہویں صدی ہجری کے مشہور عالم ملا نظام الدین سہالوی کا مرتب کردہ وہ نصاب ہے، جس میں ۲۰ علوم وفنون کی تقریباً سوا سو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، جن میں صرف، نحو، معانی، بلاغت، ادب و انشاء منطق، فلسفہ، ہیئت، کلام، مناظرہ، فقہ، اصول فقہ تفسیر، حدیث، الحساب، کیمیا، طب وغیرہ شامل ہیں۔

۱۸۵۷ء میں برصغیر پر انگریز کے ہمہ جہت اور ہمہ گیر قبضے کے بعد یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کو غسل کے فرض بتانے والا بھی نہ بچے گا، علمائے کرام نے حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے درسِ نظامی کی تدریس شروع کر دی اور اس میں ان ضروری عصری علوم کو بھی برقرار رکھا، جن کو اس دور میں علومِ دانش مندی کہا جاتا تھا۔(ملخص از تاریخ دار العلوم دیو بند، سید محبوب رضوی، ص: ۱۴۲، ۱۴۳)

چنانچہ ابتدا میں دار العلوم دیو بند کے نصاب میں ریاضی، ہیئت، فلکیات، الجبراء، مساحت، اقلیدس، طبیعیات، کیمیاء طبعی جغرافیہ، جیولوجی اور علم النباتات شامل رہے؛ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ موضوعات نصاب سے خارج ہوتے چلے گئے اور یوں درس نظامی کا نصاب محدود ہوتا چلا گیا، اب جو نصاب رائج ہے، اس کا دورانیہ آٹھ سال ہے اور ان آٹھ سالوں میں صرف، نحو، معانی، بلاغت، ادب، منطق، فلسفہ، کلام، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث اور اصولِ حدیث کی تقریباً ۶۰ کتابیں اکثر مدارس میں داخل نصاب ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر ہمارے متقدمین اپنے زمانے کی ضروریات کے پیشِ نظر فارسی زبان کو اپنا سکتے ہیں، یونانی منطق وفلسفہ اور ریاضی کی تعلیم کو نصاب کا ایک بڑا جزو بنا سکتے ہیں تو ان کا اتباع آج اس میں نہیں کہ ہم اس وقت بھی وہی منسوخ شدہ سکّے لے کر بازاروں میں پھریں؛ بلکہ وقت کی ضرورت کے مطابق انگریزی

زبان اور فنونِ جدیدہ کو پڑھنا پڑھانا وہی درجہ رکھے گا جو اس زمانے میں فارسی زبان اور یونانی فلسفہ کا تھا، اگر آج اس حقیقت کو سمجھ کر ہمارے علماء فارسی زبان کی جگہ انگریزی کو اور یونانی فلسفہ کی جگہ جدید سائنس اور فلسفہ کو دیدیں تو اس میں نہ علوم دینیہ کی تعلیم میں کوئی غلط تصرف ہے اور نہ ہی یہ اسوۂ اسلاف سے مختلف ہے۔(طلبہ علم دین سے خطاب، شائع کردہ: ادارہ اسلامیات)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے گرامی ہے: مدارس کے نصاب تعلیم کی تجدید وترمیم واصلاح کی ضرورت ہے، اس لیے نہیں کہ وہ اپنے زمانے میں کافی نہ تھا یا صحیح استعداد پیدا کرنے سے قاصر تھا؛ بلکہ مزید علوم جدیدہ یا معلومات عامہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، وقت کے تقاضے بدل گئے، طبیعتوں کے سانچے بدل گئے، اذواق وافکار میں فرق آ گیا، عبارتی دقت اور موشگافیوں کے لیے مزاجوں میں صلاحیت نہیں رہی۔

درس نظامی کے نصاب میں تین قسم کی تبدیلیاں ناگزیر

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق درس نظامی کے نصاب میں تین قسم کی تبدیلیاں ناگزیر ہیں:

(۱) تخفیف: پہلے سے موجود نصاب میں تخفیف کی جائے، یعنی نصاب مختصر ہو، جسے پڑھنے کے لیے بہت زیادہ عرصہ کی ضرورت نہ ہو۔

(۲) تیسیر: نصاب کو آسان بنایا جائے، مباحث کو اس طور پر نکھارا جائے کہ کتاب سے زیادہ فن پر توجہ رہے، نصاب میں شامل کتابیں سہل وسلیس زبان میں ہوں، پیچیدہ اور دقیق نہ ہوں۔

(۳) ترمیم و اصلاح: وہ ناگزیر تبدیلی عمل میں لائی جائے، جس کا وقت تقاضا کرے، غیر اہم فنون ساقط کر کے جدید مفید علوم کا اضافہ کر دیا جائے۔(میری علمی ومطالعاتی زندگی، مولانا عبدالقیوم حقانی، ص:۹۹)

اکابرین کے یہ اقتباسات اس لئے نقل کئے گئے ہیں؛ تاکہ ناظرین اِس امر کو سمجھیں

کہ درسِ نظامی کی نصابی کتابوں پر تبصرہ کرنا کوئی نامناسب امر نہیں؛ بلکہ اکابرین کے منشاء کے عین مطابق ہے، سرِ دست درسِ نظامی کی تمام کتابوں پر تبصرہ مقصود نہیں، صرف فقہ اور اصولِ فقہ کی کتابوں پر کچھ گذارشات عرض کرنا مقصود ہے۔

فقہ کے نصاب پر تبصرہ

درسِ نظامی کے آٹھ سالہ نصابِ عالمیت میں علمِ فقہ کی درجِ ذیل چھ یا سات کتابیں پڑھائی جاتی ہیں: ۱: بہشتی ثمر، ۲: مالابد منہ، ۳: نور الایضاح، ۴: مختصر القدوری، ۵: کنز الدقائق، ۶: شرح الوقایہ اور ۷: الہدایہ

۱: **بہشتی ثمر** فقہی مسائل کی ایک تعارفی کتاب ہونے کے ساتھ بڑی ہی بابرکت کتاب ہے کہ اس کی نسبت حضرت تھانویؒ کی طرف ہے اور حلقہ دیوبند میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا جو فقہی مقام ہے وہ محتاجِ بیان نہیں؛ لہٰذا فقہ کی تعلیم کا آغاز اس کتاب سے ہونا طلبہ کے لئے ایک فالِ نیک ہے، اس کتاب میں عقائد وعبادات کے ابواب کے ساتھ ذبح وقربانی اور حظر واباحت کے بھی ابواب موجود ہیں، استاذ اس کے لئے اور کچھ نہ کرے تو کم از کم مفتی ابولبابہ شاہ منصور کی تسہیل بہشتی زیور اہتمام سے مطالعہ میں رکھے، پھر طلبہ کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان میں فقہی ذوق کی آبیاری کرے اور عصرِ حاضر کے جدید مسائل بھی کہیں کہیں ان سے بیان کرے۔

۲: **مالابدمنہ** اگر چہ ایک اعلی درجہ کی فقہی کتاب ہے؛ مگر فارسی زبان میں ہے اور فارسی زبان سے طلبہ کا رشتہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جارہا ہے، اِدھر بعض مدارس میں فارسی کی فنی کتابوں کی جگہ ان کے عربی یا اردو ترجموں کو شامل کرلیا گیا ہے، علم الصیغہ کا تجربہ اساتذہ مدارس کے سامنے ہے؛ اس لئے اگر مالابدمنہ کی جگہ الفقہ المیسر کو پڑھایا جائے تو یہ ایک اچھا متبادل ہوگا، تاہم مالابدمنہ میں کتاب التقوی سے لے کر ختم کتاب تک کا جو نصفِ اخیر ہے وہ بڑے خاصہ کی چیز ہے، اگر اس حصہ کو نصاب میں پڑھایا جاتا ہے تو پھر اس کا بظاہر کوئی متبادل موجود نہیں؛ کیونکہ اس اخیر والے حصے میں حظر واباحت سے لے کر کلماتِ کفر اور پھر

کسب واجارہ، اضحیہ وعقیقہ اور معاشرت سے متعلق کچھ ایسی اہم جزئیات مختصر پیرائے میں جمع ہوگئی ہیں جو اس انداز سے کسی اور فقہی کتاب میں نظر نہیں آئیں؛ اس لئے مالا بدمنہ کو اگر نصاب میں باقی رکھنا ہو تو ابتدائی نصف کے بجائے نصفِ اخیر پڑھایا جائے، یہ حصہ اگر چہ مبتدی طلبہ کے لئے کسی قدر مشکل اور نامانوس لگے گا؛ لیکن استاذ اپنے کمالِ تدریس کے ذریعے اس حصے کو بھی طلبہ کے لئے قابلِ ہضم بنا سکتا ہے۔

۳: **نور الایضاح** کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ اس کی عبارت کسی قدر پیچیدہ ہے، نیز اس میں چند ایک مسائل کے بیان میں کُھلا پن آ گیا ہے جو خاص طور پر ابتدائی درجات کے طلبہ کے لحاظ سے مناسب معلوم نہیں ہوتا، اس کے بجائے الفقہ المیسر رکھنے کا مشورہ دیا جاتا ہے؛ لیکن راقم الحروف کا احساس ہے کہ نور الایضاح کو نصاب سے خارج کرنے کی یہ کوئی وجہ نہیں؛ کیونکہ عبارت اتنی زیادہ بھی پیچیدہ نہیں کہ حل نہ ہو سکے، دوسری وجہ میں بھی کوئی دَم نہیں، جیسا کہ اہلِ نظر پر مخفی نہیں، پھر نور الایضاح کی خود مصنف نے ''امداد الفتاح'' کے نام سے جو شرح لکھی ہے اور اس پر علامہ طحطاوی نے جو مشہورِ زمانہ حاشیہ لکھا ہے اس کا کوئی بدل نہیں، اس کو ہٹا کر مثال کے طور پر اگر الفقہ المیسر رکھی جاتی ہے تو اس کو یہ خصائص حاصل نہیں، ظاہر ہے جب اس (نور الایضاح) کو نصاب سے نکالا جائے تو استاذ کے حق میں مراقی الفلاح اور حاشیۃ الطحطاوی ایک عام مطالعہ کی کتاب رہ جاتی ہے، الفقہ المیسر حل کرنے اور سمجھنے کے لئے اس کو ان کتابوں کی مراجعت کی ضرورت نہیں رہتی، نتیجۃً استاذ اس سے دور ہو جاتا ہے اور طلبہ کے اندر بھی وہ سطحیت منتقل ہو جاتی ہے۔

۴: **مختصر القدوری** میں جس اختصار کے ساتھ تمام ابوابِ فقہ کا احاطہ کیا گیا ہے وہ گویا اختصارِ ممتنع کا شاہکار ہے، اسلوب تو سہلِ ممتنع کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے ہی؛ اس لئے اس کے تعلق سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی؛ البتہ اِس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ قدوری مکمل پڑھائی جائے اور حسبِ ضرورت عصرِ حاضر کے مسائل کو اس پر منطبق بھی کیا جائے، اِس کے لئے افضل التطبیق العصری علی مسائل القدوری، جدید فقہی مسائل اور محقق و مدلل

جدید مسائل (شائع کردہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر) کو مطالعہ میں رکھنا اور اس سے مدد لینا مفید رہے گا، فی الحال مدارس میں عموماً قدوری کو دو حصوں میں کر کے پڑھایا جاتا ہے، حصہ اول کتاب الطہارۃ تا کتاب النکاح اور حصہ دوم کتاب النکاح تا ختم کتاب؛ مگر اس کے باوجود قدوری مکمل نہیں ہو پاتی تو ایسا بھی کیا جاسکتا ہے کہ بجائے کتاب الطہارۃ کے، کتاب البیوع سے ختم کتاب تک جتنے ابواب ہیں ان کو دو حصوں میں بانٹا جائے اور ان کو مکمل پڑھایا جائے، کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج کے حصے کو چھوڑنا اس لئے بھی گوارا کیا جاسکتا ہے کہ طلبہ اس سے قبل نور الایضاح میں اس کو پڑھ چکے ہیں اور آئندہ شرح الوقایہ اور الھدایہ میں تفصیل سے پڑھیں گے بھی، جبکہ ان کے علاوہ فقہ کے جو ابواب ہیں، ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ درسِ نظامی سے فارغ ہونے تک ان کو پڑھنے کی نوبت نہیں آتی، قدوری وہ واحد کتاب ہے جس میں ان ابواب کی تدریس ہوسکتی ہے؛ لہٰذا اس سلسلے میں کوئی لائحہ عمل بنانا چاہیئے۔

۵: **کنز الدقائق** فقہ اسلامی کے ذخیرے کا سب سے منفرد متن ہے، یہ متن غالباً تمام متون میں سب سے زیادہ مختصر اور جامع ہے، بعض مقامات پر یہ اختصار ایک پہیلی کی صورت اختیار کر گیا ہے، طویل بحث کو سمیٹ کر مختصر ترین عبارت میں بیان کرنا اس متن کی خصوصیت ہے، یہ اگر چہ اس کتاب کی خوبی ہے، جو حفظ اور ضبطِ مسائل میں معاون ثابت ہوتی ہے؛ مگر علمی انحطاط کی بنا پر اب یہی ایجاز و اختصار فہمِ مسائل میں رکاوٹ کا باعث محسوس ہونے لگا ہے ،جس کے پیشِ نظر اس کی جگہ کوئی دوسری کتاب شامل کرنے کی رائے بھی سامنے آرہی ہے۔

٦: اِدھر **شرح الوقایہ** کی تعبیرات میں تعقید و پیچیدگی کا پایا جانا اور بیانِ مسائل میں مصنف کا درازنفسی سے کام لینا ایک حقیقتِ واقعہ ہے؛ اس لئے اس کا معاملہ بھی کنز الدقائق سے کچھ مختلف نہیں۔

اِس سلسلے میں ایک طاقتور رائے یہ کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی شرح نقایہ کو اِس جگہ نصاب میں شامل کیا جائے، یہ رائے اکابر دیوبند میں کم از کم تین حضرات کی جانب منسوب

ہے، محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری (دیکھئے: کتب فقہ، اصول فقہ اور اردو فتاویٰ کا تعارف ،ص: ۲۵۹) شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ (دیکھئے: فقہ اسلامی کی تدریس ،ص:۲۲۸ ایفا پبلیکیشنز) اور حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (دیکھئے: نصابِ تعلیم: ماہنامہ انوار مدینہ مئی ۲۰۰۴ء)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف بلند پایہ محدث ہیں تو دوسری طرف ایک بالغ نظر فقیہ بھی ہیں، ان کی محدثانہ شان پر مشکوٰۃ المصابیح کی عظیم ترین شرح مرقاۃ المفاتیح شاہد ہے تو ان کے فقہی مقام کو بتانے کے لئے ان کے متعدد فقہی و کلامی رسائل کافی ہیں، چند سال قبل دار اللباب استنبول نے ''مجموع رسائل العلامۃ الملا علی القاری'' کے نام سے آٹھ ضخیم جلدوں میں یہ عظیم ذخیرہ شائع بھی کیا ہے اور مناسکِ حج کے سلسلے میں تو ملا علی قاری رحمہ اللہ کی امامت مسلّم ہے، یہ ساری باتیں اس امر کا اطمینان دلاتی ہیں کہ شرح النقایہ، شرح الوقایہ کا نعم البدل ثابت ہوگی۔

ایک رائے یہ ہے کہ علامہ سمرقندی کی تحفۃ الفقہاء یا علامہ موصلی کی الاختیار کو شرح الوقایہ کی جگہ دی جائے۔ (فقہ اسلامی کی تدریس ،ص:۲۲۰) پڑوسی ملک میں **مجمع العلوم الاسلامیہ** کے نام سے جامعۃ الرشید کی سرپرستی میں جو وفاق تشکیل دیا گیا ہے، اس کے تعلیمی نصاب میں الاختیار لتعلیل المختار ہی کو شرح الوقایہ کی جگہ پر نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

۷: الھدایہ ایسی کتاب جس کا پوری فقہی تاریخ میں کوئی بدل نہیں، مذاہبِ اربعہ میں کوئی کتاب اس معیار کی موجود نہیں، ہدایہ بیک وقت آیات الاحکام کی تفسیری کتاب بھی ہے ،احادیثِ احکام کی شرح بھی ہے، بالفاظِ دیگر ہدایہ میں فقہ القرآن بھی ہے، فقہ الحدیث بھی ،فقہی مسائل بھی ہیں اور اصولِ فقہ بھی ،قواعد بھی ہیں اور جزئیات بھی ،منطق بھی ہے اور زورِ کلام بھی ،اختلافاتِ ائمہ بھی ہیں اور سلیقۂ اختلاف بھی ، دلائل بھی ہیں اور دلائل کا جائزہ وجواب بھی ، جرح وتعدیل بھی ہے اور درایت کے اصول وضوابط بھی ، الغرض الھدایہ اپنے فن میں ایک بے نظیر کتاب ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی تدریس کا کچھ ایسا نظام بنایا جائے کہ اس کی چاروں جلدیں پایہ تکمیل کو پہنچیں، اس کے لئے سلم العلوم یا میبذی کے گھنٹے کو کم کرنے پر بھی غور کیا جاسکتا ہے اور چار کے بجائے پانچ یا چھ حصوں میں اس کو تقسیم کر کے پڑھایا جاسکتا ہے ،جیسا کہ بعض مدارس جیسے: دار العلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات میں رائج ہے، الہدایہ جس استاذ کے بھی زیرِ درس ہو،اس کے پاس یہ موقع ہے کہ وہ طلبہ میں فقہ سے مناسبتِ تامہ پیدا کرے، اجتہاد و استنباط کے طرق سے ان کو آگاہ کرے اور فقہِ اسلامی کو عصرِ حاضر کے مسائل سے قریب کر کے دکھلائے ،اس کے لئے فقہ کے مختلف ابواب سے متعلق ماضی قریب اور عصرِ حاضر کے اکابر فقہاء کے فقہی رسائل وفتاویٰ وتحقیقات اور دنیا بھر کی فقہ اکیڈمیوں کے فیصلہ جات وتجاویز کو مطالعہ میں رکھے، بیوع کے مسائل میں خاص طور پر شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی فقہ البیوع اور توثیق الدیون اور فقہ کے جملہ ابواب کی تدریس کے لئے فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی دامت برکاتہم کی جدید فقہی مسائل سے بھی استفادہ کرتے ہوئے طلبہ کو اس کا افادہ کرے۔

اصولِ فقہ کے نصاب پر تبصرہ

اصول فقہ کے نصاب پر کچھ گفتگو کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اصولِ فقہ کے مباحثِ خمسہ معلوم کئے جائیں ،جن پر اصولِ فقہ کی عمارت ایک طرح سے کھڑی ہوئی ہے ؛تا کہ اس کی روشنی میں یہ دیکھا جائے کہ ہمارے درسِ نظامی میں شامل کتبِ اصولِ فقہ کس حد تک ان مباحث کا احاطہ کرتی ہیں۔

اصولِ فقہ کے مباحثِ خمسہ

اصولِ فقہ کے مباحثِ خمسہ یہ ہیں:

(۱) حاکم، یعنی حاکمِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں اور چیزوں میں حسن وقبح کا فیصلہ شریعت کرے گی نہ کہ عقل، بالفاظِ دیگر اصل معیار نقل ہے نہ کہ عقل۔

(۲) حکم ،یعنی حکم کس درجہ کا ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی نشان دہی ہو،

فرض ہے کہ واجب، حرام ہے کہ مکروہ، مباح ہے کہ مستحب؟

(۳) ادلۃ الاحکام، یعنی حکم کا ماخذ اور دلیل کیا ہے؟ کیا وہ حکم مآخذِ اصلیہ اتفاقیہ یعنی کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے ثابت ہے یا مآخذ فرعیہ اختلافیہ یعنی قولِ صحابی، شرائع من قبلنا، استحسان، مصالح مرسلہ، سدّ ذرائع، استصحاب حال، عرف وعادت میں سے کسی کے ذریعے ثابت ہے۔

(۴) مقاصد شریعت اور مدارج احکام، یہ اصولِ فقہ کی چوتھی اہم بحث ہے، مقاصدِ شریعت جنہیں اصولِ کلیہ بھی کہا جاتا ہے پانچ ہیں: حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل اور حفظ مال اور مدارجِ احکام تین ہیں:

الف: ضروریات، یعنی جن کا ہونا دینی اور دنیوی مصالح کے قیام کے لئے ضروری ہو، جیسے ایمان اور دین کے باقی ارکان اربعہ اور بقدر ضرورت ماکولات ومشروبات و ملبوسات ومسکونات کا انتظام۔

ب: حاجیات، یعنی جن کے حصول وفراہمی سے دینی اور دنیوی مصالح کی انجام دہی میں سہولت اور وسعت نصیب ہو اور حرج ومشقت دور ہو، جیسے: مرض وسفر کی بنا پر شرعی رخصتوں کا حاصل ہونا اور حلت کے دائرے میں رہتے ہوئے کھانے پینے، پہنے رہنے کی سہولیات سے فائدہ اٹھانا۔

ج: تحسینیات، یعنی دائرہ شرع میں رہتے ہوئے خوب سے خوب تر کو اختیار کرنا، بالفاظ دیگر محاسن عادات کو اپنانا، مدنسات سے اجتناب کرنا اور مکارم اخلاق کے تقاضوں پر عمل کرنا۔

(۵) دلالۃ الکلام، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے فقہی مآخذ بالخصوص قرآن وسنت کی زبان عربی ہے، عربی تعبیرات، گفتگو کے اسالیب اور کلمات کے مقاصد اور محاورات سے واقفیت لازمی ہے، اس کے بغیر فقہی احکام کے مدلول ومصداق کا تعین مشکل ہوتا ہے، مثلاً: كُلُوا وَاشْرَبُوا بھی امر ہے اور أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ بھی امر ہے، اِسی طرح

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ میں ایمان اور کفر دونوں کے لیے صیغہ امر لایا گیا ہے، یہ بات قابلِ غور ہے کہ صیغۂ امر کب اور کہاں کس معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے؟ اگر امر کو صرف وجوب کی دلالت کے لیے مانا جائے تو اس سے بہت سارے شرعی احکام میں خلل آئے گا، اسی طرح حرف کی بحث میں واؤ، فاء اور باء وغیرہ جب کسی حکم کے ساتھ ہوں تو وہاں ان حروف کے استعمالات کا مکمل ادراک لازمی ہے، جو واؤ کے استعمالات سے واقف ہوگا وہی یہ سمجھ سکے گا کہ واؤ جمع کے لیے ہے یا ترتیب کے لیے ہے، وغیرہ وغیرہ، اسی طرح فاء تفریع کے لیے ہے، عطف کے لیے ہے یا جزا کے لیے ہے؟ یہ معلوم کرنا دلالۃ الکلام کہلاتا ہے۔

اِس تمہید کے بعد عرض ہے کہ:

(۱) اُصول الشاشی میں زیادہ تر حصہ دلالۃ الکلام سے متعلق مباحث پر مشتمل ہے، ادلہ شرعیہ میں سے ماخذ اصلیہ اتفاقیہ کا بیان تو ہے؛ لیکن ماخذ ذیلیہ اختلافیہ کی بحث موجود نہیں ہے، اسی طرح مقاصدِ احکام و مدارج احکام کا پہلو بھی یہاں نہیں ہے۔

(۲) نور الانوار شرح المنار میں بھی حاکم اور احکام شریعت کے مقاصد و مدارج سے تعرض نہیں فرمایا گیا، تقریباً کتاب کا آدھا حصہ اُصولی مباحث میں سے صرف دلالت کلام اور اس کی تعریفات اور رد و قدح سے تعلق رکھتا ہے، فقہ کے ذیلی اصول و ذیلی مآخذ کا یہاں بھی کوئی اتا پتا نہیں ملتا؛ البتہ قیاس کے ساتھ استحسان کی بحث قدرے تفصیلی انداز میں مل جاتی ہے۔

(۳) منتخب حسامی کا دائرہ بحث بھی تقریباً نور الانوار والا ہے، ایجاز و اغلاق بھی حل طلب ہے، جس کی بنا پر استاذ اور طالب علم کا زیادہ تر وقت اُصولِ فقہ اخذ کرنے سے زیادہ حل کتاب میں صرف ہوجاتا ہے۔

تاہم اس کے باوجود اس کتاب میں یہ خوبیاں بھی ہیں:

(۱) مباحث کی ترتیب، بزدوی و سرخسی کی ہے۔

(۲) قیاس و استحسان پر یہاں بھی اچھی بحث فرمائی گئی ہے۔

(۳) اہلیت وعوارض اہلیت کی ابحاث مناسب انداز میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

(۴) اُصول الفقہ المقارن کی ایک جھلک بھی اس کتاب میں ملتی ہے کہ دیگر ائمہ کے ہاں دلالتِ کلام سے متعلق وہ معتبر اصول جن کا حنفیہ کے ہاں اعتبار نہیں ہوتا، ان کو وجوہِ فاسدہ کے عنوان سے بالتفصیل ذکر فرمایا گیا ہے، گو کہ یہ مناظرانہ ابحاث سہی؛ مگر اُصول فقہ کو ان ابحاث سے خالی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

یہ ساری منفرد ابحاث چونکہ حسامی کے آخری حصہ میں ہیں: اس لیے جہاں ممکن ہو حسامی کو شروع کے بجائے سنت کی بحث سے اختتام کتاب تک شاملِ درس رکھا جائے، ابتدائی حصہ میں توانائی صرف کرنے کے مقابلے میں یہ شکل شاید زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ (مستفاد از ماہنامہ بینات: رمضان وشوال ۱۴۴۰ھ)

اصولِ فقہ کے نصاب میں جگہ پانے کے لائق کتابیں

اصولِ فقہ کی اِس نصابی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے متبادل کے طور پر تین چار کتابوں کی رائے دی جا سکتی ہے، جن میں اصولِ فقہ کے اصلی مباحث کو نسبتاً سہل اسلوب اور جامع انداز میں سمیٹا گیا ہے، ماہرینِ علومِ اسلامیہ اور اربابِ مدارس اس مشورہ پر غور فرما کر قبول یا رد فرما سکتے ہیں۔

۱: صفحات مدنية في اصول فقه الحنفيه، یہ کتاب دیارِ عرب کے معروف محقق اور محدث العصر شیخ محمد عوامہ کے داماد علامہ سائد بکداش کی ہے، کتاب تقریباً دو سو صفحات کی ہے اور سات ابواب پر مشتمل ہے، طباعت کی تمام ظاہری خوبیوں سے بھی آراستہ ہے۔

بابِ اول میں اصولِ فقہ سے متعلق بنیادی اور تمہیدی باتیں ہیں، جن میں اصولِ فقہ کی تعریف، اصولیین کے مختلف مناہج کا تذکرہ اور مصادرِ اصلیہ وذیلیہ کا تعارف ہے۔

بابِ دوم میں حکمِ شرعی اور حکمِ وضعی کا تعارف اور اس کی اقسام کا بھی بیان ہے نیز مکلف کی اہلیت شرعیہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔

بابِ سوم میں دلالاتِ الفاظ اور استنباطِ احکام کی کیفیت سے بحث کی گئی ہے؛ چنانچہ

اس کے تحت استدلال و استنباط کے اعتبار سے نصوص کی مشہور بیس اقسام یعنی خاص، عام، مشترک، مؤول، ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ، حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ، عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کو ذکر کیا گیا۔

بابِ چہارم میں امر و نہی اور اس کے متعلقات سے بحث کی گئی ہے۔

بابِ پنجم میں نسخ اور نص پر زیادتی کے مسئلہ کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

بابِ ششم میں اجتہاد و تقلید کے احکام و مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے ذیل میں تلفیق کے مسئلہ پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔

بابِ ہفتم میں احناف کی اہم اصولِ فقہ کی کتابوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

۲: الموجز فی اصول الفقہ، یہ کتاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی دامت برکاتہم کی تصنیف ہے، حلب کے نامور محقق اور عالمِ اسلام کی معروف علمی شخصیت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اِن بلند پایہ کلمات کے ذریعے اس کتاب کی تعریف کی ہے:

فوجدته مختصرًا نافعا، و ميسرا جامعا، قد استخلص من كتب أصول الحنفية لبابها، وقربه إلى المستفيدين بأوجز عبارة و أوضحها، مع التوثيق لكل نص، والتحقيق لكل بحث و مسألة، بما يفي بالمرام ويتسع له المقام۔

مولانا عبید اللہ الاسعدی صاحب دامت برکاتہم کی یہ کتاب ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

بابِ اول میں اصولِ فقہ کی تعریف، موضوع، غرض و غایت وضرورت، اصولِ فقہ کی مختصر تاریخ، اصولِ فقہ حنفی کے اہم مصادر اور اصولیین کے تراجم پر مشتمل تالیفات کا تذکرہ ہے۔

بابِ دوم میں تکلیف اور اس کے متعلقات و موانع کی بحث اور احکامِ تکلیفیہ و وضعیہ کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے پھر مصادرِ اصلیہ میں کتاب اللہ اور اس سے استدلال و استنباط کے

اعتبار سے کلماتِ قرآنیہ کی مشہور چار تقسیمات جن سے بیس اقسام نکلتی ہیں؛ ان کا سوا سو سے زائد صفحات میں مفصل تذکرہ ہے اور بیس اقسام میں کی ایک قسم خاص کے تحت امر و نہی، مامور بہ، منھی عنہ، حسن لعینہ، حسن لغیرہ، قبیح لعینہ، قبیح لغیرہ، مامور بہ مطلق، مامور بہ مؤقت اور ادا و قضا کے روایتی مباحث خاصی طوالت کے ساتھ موجود ہیں۔

سنت اور اجماع کا بیان تیس سے بھی کم صفحات میں سمیٹا گیا ہے، پھر دس بارہ صفحات میں قیاس کا بیان ہے، بعد ازاں ذیلی مآخذ پر بقدرِ ضرورت گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کے خاتمہ میں تعارضِ ادلہ پھر دفعِ تعارض کے طریقوں کی رہنمائی کی گئی، اس کے بعد اجتہاد و تقلید کی بحث پر کتاب مکمل ہوگئی ہے۔

۳: افاضۃ الانوار علی اصول المنار، یہ کتاب گیارہویں صدی ہجری کے با فیض فقیہ علامہ علاؤ الدین حصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ کی تالیف ہے، جو علامہ نسفی المتوفی: ۷۱۰ھ کے معروف متن المنار کی شرح ہے، المنار کی یوں تو بہت سی شروحات ہیں؛ تاہم ملا جیون المتوفی: ۱۱۳۰ھ کی شرح نور الانوار اور علامہ حصکفی کی شرح افاضۃ الانوار ''المنار'' کی مقبول اور عمدہ شروحات میں شمار ہوتی ہیں، فی الحال ملا جیون کی شرح درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے، نور الانوار اصولِ فقہ کے مباحث کو کس حد تک حاوی ہے؟ گزشتہ سطور میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

افاضۃ الانوار اس کے مقابلے میں اصولِ فقہ کے مباحث کو زیادہ بہتر طریقے پر حاوی ہے، کتاب میں کل چار ابواب ہیں۔

بابِ اول میں کتاب اللہ کی تعریف، استدلال واستنباط کے اعتبار سے قرآنی آیات والفاظ کی تقسیمات، پھر ان تقسیمات کے ذریعے وجود میں آنے والی بیس قسموں کا بیان، اس کے ذیل میں خاص اور اس کے متعلقات کی مفصل بحث موجود ہے، نیز ان دلائل کا بھی بیان ہے جن کے ذریعے استدلال کرنا احناف کے نزدیک معتبر نہیں، اخیر میں احکامِ شرعیہ اور ان کے علل واسباب کا تذکرہ ہے۔

بابِ دوم میں سنت کی اقسام کا بیان ہے اور ایک فصل تعارض بین الحجج کے سلسلے میں ہے، شرائع من قبلنا، مذہبِ صحابی اور فتویٰ تابعی کی شرعی حیثیت پر بھی کچھ باتیں مذکور ہیں۔

بابِ سوم میں اجماع کا بیان ہے، بابِ چہارم میں قیاس واستحسان پر سیر حاصل بحث ہے، ایک مستقل فصل میں احکام واسباب اور علل وشروط کو بیان کیا گیا ہے، اہلیتِ خطاب نیز اہلیت پر پیش آنے والے گیارہ عوارضِ سماویہ اور سات عوارضِ مکتسبہ کا دلنشین بیان دو علیحدہ فصلوں میں موجود ہے، پھر چار قسم کی حرمتوں اور ان کے تعلق سے پائی جانے والی شرعی گنجائش وعدم گنجائش پر کتاب کا اختتام ہوا ہے۔

خاتمۃ الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی نے علامہ حصکفی کی اس کتاب کی بھی ''نسمات الاسحار علی شرح افاضۃ الانوار'' کے نام سے زبردست شرح لکھی ہے، جس کی بنا پر افاضۃ الانوار کی نافعیت دو چند ہوگئی ہے، ان خصوصیات کی بنا پر افاضۃ الانوار اس کا حق رکھتی ہے کہ اس کو نور الانوار کی جگہ دی جائے، چنانچہ پڑوسی ملک میں جامعۃ الرشید کے تحت ''مجمع العلوم الاسلامیہ'' کے نام سے جو وفاق قائم کیا گیا ہے اس کے نصاب میں اس کتاب کو نور الانوار کے بجائے شامل کیا گیا ہے۔

۴: اصول السرخسی، شمس الائمہ سرخسی بجا طور پر امتِ محمدیہ کے اُن علماء میں سے ہیں جو آیۃ من آیات اللہ کا مصداق کہلاتے ہیں، اوزجند کے کنویں میں نظر بند رہ کر انہوں نے حاکم شہید کی کتاب ''کافی'' کی جو عظیم ترین شرح املاء کروائی ہے، وہ علمی دنیا کا ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے، مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

> مبسوط اور سیرِ کبیر پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ان کا بیان کتنا واضح اور صاف ہوتا ہے، غالب یہ ہے کہ ان کا یہی رنگ اس کتاب –اصولِ سرخسی– میں بھی پایا جاتا ہوگا۔ (تدوین فقہ واصول فقہ: ۱۴۱)

عام اصولیین کے برخلاف علامہ سرخسی نے اپنی کتاب کا آغاز امر ونہی کی بحث سے فرمایا ہے؛ کیونکہ انسانوں کا ابتلاء وامتحان اسی کے ذریعے ہے، اسی کے ذریعے احکام کی

معرفت ہوتی ہے اور حلال وحرام کی پہچان بھی ، بعد ازاں نصوص سے استدلال و استنباط کے اعتبار سے جو مشہور بیس اقسام بنتی ہیں ان کا بیان ہے، پھر فقہ میں جو حروفِ ہجائیہ مستعمل ہیں ،ان کے معانی سے بحث کی گئی ہے، پھر ادلہ اربعہ کی تعریف، ان کی حجیت اور ان کے اقسام و متعلقات کو ذکر فرمایا، شرائع من قبلنا ، استحسان اور تقلیدِ صحابی کے مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی، اخیر میں وجوہِ فاسدہ اور احکامِ وضعیہ اور اہلیتِ ادا پر بحث کی گئی ہے۔

بعض مدارس - جیسے دار العلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات نے -نور الانوار اور حسامی کو ہٹا کر اصولِ سرخسی کو دو حصے کر کے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے، ام المدارس دار العلوم دیو بند نے بھی شعبہ تدریب فی الافتاء میں اس کتاب کو داخلِ درس کیا۔

چند مشہور مدارس کے
شعبہ افتاء کے نصاب پر ایک نظر

یہ تفصیل اس لئے دی جا رہی ہے؛ تاکہ اس کو سامنے رکھتے ہوئے شعبہ افتاء کی درسی کتابوں میں کوئی مفید اضافہ یا جزوی ترمیم کرنا چاہیں تو ایک فہرست سامنے رہے اور مطالعہ کا نصاب اس لئے نقل کیا گیا، تاکہ اس کو سامنے رکھ کر شعبہ افتاء کے لئے منتخب مطالعاتی نصاب طئے کرنے میں آسانی وسہولت ہو۔

شعبہ افتاء کی مشترکہ کتبِ دراسیہ

(۱) شرح عقود رسم المفتی

(۲) اصول الافتاء وآدابہ

(۳) الاشباہ والنظائر: الفن الاول والثانی

(۴) قواعد الفقہ

(۵) الدر المختار: کتاب النکاح والطلاق، کتاب الوقف، کتاب القضاء، فصل فی القرض

(۶) مقدمہ الدر المختار مع رد المحتار

(۷) فقہ اھل العراق وحدیثھم للعلامہ زاہد الکوثری

(۸) اصول السرخسی

(۹) اصول الکرخی

(۱۰) تاسیس النظر لابی زید الدبوسی

(۱۱) الموافقات للشاطبی: جزء المقاصد

(۱۲) فقہ البیوع

(۱۳) المعاییر الشرعیہ

(۱۴) ذخر المتاھلین

(۱۵) لباب المناسک

(۱۶) مجلۃ الاحکام العدلیہ

(۱۷) بحوث فی قضایا فقھیہ معاصرہ

(۱۸) الحیلۃ الناجزہ

(۱۹) المدخل الی علوم الحدیث

(۲۰) نفع المفتی والسائل للعلامۃ عبدالحی اللکنوی

یہ دنیا کے مشہور جامعات (دار العلوم دیو بند شعبہ تکمیل افتاء، دار العلوم کراچی، دار العلوم زکریا، دار العلوم حیدر آباد، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، دار الافتاء معہد تعلیم الاسلام شکاگو) کے شعبہ افتاء کا مجموعی نصاب ہے، ابتدائی پانچ چھ کتابیں تو وہ ہیں جو تقریباً تمام ہی جامعات میں سالِ اول کے نصاب کا حصہ ہیں، باقی کتابیں سالِ دوم اور سالِ سوم کی ہیں جنہیں اپنی اپنی ترجیحات کے اعتبار سے نصابی گنجائش کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف مدارس نے درس میں شامل کیا ہے۔

شعبہ افتاء کی کتبِ مطالعہ

دار العلوم دیو بند تدریب فی الافتاء : سال اول

(۱) ملتقی الابحر: ابتدا تا کتاب الوقف

(۲) بدائع الصنائع حصہ عبادات

(۳) البحر الرائق: صلاۃ، ایمان، ذبائح، اضحیہ

(۴) اصول الافتاء وآدابہ

(۵) مقدمہ الدر المختار

(۶) الحیلۃ الناجزۃ: حکیم الامت حضرت تھانوی

(۷) ابوحنیفہ (حصہ اول): شیخ ابوزہرہ

(۸) فقہ اھل العراق وحدیثھم (حصہ اول): علامہ زاہد الکوثری

(۹) الفوائد البھیہ (حصہ اول): علامہ عبدالحی اللکھنوی

(۱۰) الجواھر المضیۃ: عبدالقادر بن محمد القرشي الحنفي

(۱۱) الاشباہ والنظائر الفن الثالث

(۱۲) امداد الفتاویٰ جلد سوم

(۱۳) تاریخ التشریع الاسلامی للمناع القطان

تدریب فی الافتاء: سال دوم

(۱) ملتقی الابحر کتاب البیوع تاختم

(۲) فتح القدیر بیوع، مضاربہ، شرکہ، ھبہ، وصیہ

(۳) ردالمحتار نکاح طلاق وقف اجارہ

(۴) اصول السرخسی

(۵) الموافقات جزء المقاصد

(۶) ابوحنیفہ (حصہ دوم): شیخ ابوزہرہ

(۷) فقہ اھل العراق وحدیثھم (حصہ دوم): علامہ زاہد الکوثری

(۸) الفوائد البھیہ (حصہ دوم): علامہ عبدالحی اللکنوی

(۹) بدایۃ المجتھد

(۱۰) مجلۃ الاحکام العدلیہ

(۱۱) بحوث فی قضایا فقھیہ معاصرہ

(۱۲) جواہر الفقہ

(۱۳) امداد الفتاویٰ جلد ششم

دارالعلوم کراچی تخصص فی الافتاء: سال اول

(۱) اصول الافتاء: مفتی تقی عثمانی

(۲) مقدمہ الدرالمختار

(۳)السراجی فی المیر اث

(۴)الدر المختار باعانت شامی یا طحطاوی

(۵)اصول الکرخی

(٦)امداد الفتاویٰ (جلد اول تا پنجم)

(۷)آلات جدیدہ کے شرعی احکام: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۸)رویت ہلال: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۹)ضابط المفطر ات: مفتی رفیع عثمانیؒ

(۱۰)تاریخ التشر یع الاسلامی: علامہ خضری بکؒ

(۱۱)مقدمہ تدوین فقہ: مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

(۱۲)تحریر کیسے سیکھیں: مفتی ابولبابہ شاہ منصور

(۱۳)حیلہ ناجزہ: حکیم الامت تھانویؒ

(۱۴)مسئلہ سود: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۱۵)پراویڈنٹ فنڈ: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۱٦)اسلام کا نظام اراضی: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۱۷)بیمہ زندگی مع جائزہ نظام تکافل: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۱۸)انسانی اعضاء کی پیوند کاری: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۱۹)ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں: مفتی شفیع عثمانیؒ

(۲۰)وحدت امت (انگریزی): مفتی شفیع عثمانیؒ

(۲۱)۸۰ فتاویٰ

تخصص فی الافتاء: سال دوم

(۱)الاشباہ والنظائر

(۲)الدر المختار باعانت شامی یا طحطاوی

(۳) جواہر الفقہ

(۴) امداد الاحکام

(۵) ملکیت زمین اور اس کی تحدید: مفتی تقی عثمانی

(۶) بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرہ: مفتی تقی عثمانی

(۷) عدالتی فیصلے: مفتی تقی عثمانی

(۸) امداد المفتیین

(۹) فہم الفلکیات باعانت آسان فلکیات

(۱۰) انگریزی کمپیوٹر

(۱۱) ۲۱۰ فتاویٰ

تخصص فی الافتاء: سال سوم

(۱) المعاییر الشرعیہ

(۲) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا رائج الوقت آئین بمع جملہ ترامیم

(۳) اسلامی قوانین ۱۹۸۲ء

(۴) ۲۲ نکات پر علماء کا متفقہ فیصلہ

(۵) ۲۵۰ فتاویٰ کی تخریج وتحقیق

(۶) انگریزی مقالہ نویسی یا تبویب فتاوی

دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ: شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء

(الف) درس وتدریس، اس حصہ میں درج ذیل کتابیں پڑھائی جاتی ہیں:

(۱) شرح عقود رسم المفتی

(۲) الاشباہ والنظائر

(۳) نفع المفتي والسائل (فتاوی اللکنوی)

(۴) السراجی فی المیراث

(۵) قواعد الفقہ

(۶) ہدایہ ثالث کے درس میں حاضری

(ب) تمرینِ فتاوی: عبادات، معاملات، معاشرات، عقوبات اور حدیث تفسیر، تجوید وغیرہ ہر شعبہ اور ہر فن سے متعلق مختلف مسائل کی تمرین۔

(ج) تیسرا حصہ مطالعہ سے متعلق ہے، سال کی ابتداء میں درج ذیل کتب کا مطالعہ لازم ہے:

(۱) دین کی باتیں

(۲) مقدمہ شامی

(۳) اسلامی فقہ

(۴) امداد الاحکام جلد اول

(۵) فتاوی دارالعلوم دیوبند

بعد ازاں درج ذیل کتابوں کا تفصیلی اور عمومی مطالعہ

(۱) اعلاء السنن

(۲) نصب الرایہ

(۳) قاسم بن قطلو بغا کی تعلیقات

(۴) دیگر کتب فقہ کی تعلیقات وغیرہ۔

فقہ اور استدلال کے طریقہ کار سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے: بدائع الصنائع، جزئیات اور مسائل کے لیے فتاوی شامی، البحر الرائق، فتح القدیر، تبیین الحقائق، الطحطاوی، امداد الفتاح وغیرہ کتب فقہ وفتاوی سے مراجعت، نیز دور حاضر کے مسائل کے لیے جدید کتابوں، رسائل، ماہناموں کا مطالعہ بھی افتاء اور تخصص فی الفقہ کا ایک حصہ ہے۔

دارالعلوم حیدر آباد کے شعبہ افتاء کا ایک سالہ نصابِ مطالعہ

(۱) مطالعہ عالمگیری (کتاب الکراہیہ)

(۲) جدید مالیاتی ادارے

(۳) ادیانِ باطلہ اور صراط مستقیم

(۴) کفایت المفتی (کتاب العقائد و کتاب الطلاق)

(۵) جدید فقہی مسائل اول مکمل

(٦) اسلام اور میڈیکل مسائل ۱۵۰ صفحات

(۷) اسلام اور جدید اقتصادی مسائل ۱۵۰ صفحات

(۸) جواہر الفقہ جلد اول مکمل

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن: تخصص فی الفقہ الاسلامی، سالِ اول

پہلی سہ ماہی کی درسی کتب

(۱) فقہ العراق وحدیثھم

(۲) مقدمہ ردالمحتار لابن عابدین

پہلی سہ ماہی کی کتبِ مطالعہ

(۱) مقدمہ شرح الوقایہ

(۲) الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ

(۳) الفقہ الاسلامي وادلتہ للزحیلي (کتاب البیوع والاجارات)

(۴) ابوحنیفہ لابی زہرہ

دوسری سہ ماہی کی درسی کتب

(۱) شرح عقود رسم المفتی لابن عابدین

(۲) السراجي في المیراث

دوسری سہ ماہی کی کتبِ مطالعہ

(۱) اصول الفقہ الاسلامي للزحیلي

(۲) شرح الزیادات للقاضي خان

(۳) الفقہ الحنفي وادلتہ للصاغرجي
(۴) جواہر الفقہ للمفتی محمد شفیع

تیسری سہ ماہی کی درسی کتب

(۱) الاشباہ والنظائر لابن نجیم المصری (القواعد العامۃ)

تیسری سہ ماہی کی کتبِ مطالعہ

(۱) شرح النقایہ لعلی القاري
(۲) الاشباہ للسیوطي
(۳) کفایت المفتی
(۴) اصول السرخسي

تخصص فی الفقہ الاسلامی، سالِ دوم

پہلی سہ ماہی کی درسی کتب

(۱) تاسیس النظر لابی زید الدبوسي

پہلی سہ ماہی کی کتبِ مطالعہ

(۱) ردالمحتار لابن عابدین الشامي (الجزء الاول والثانی)
(۲) التشریع الجنائی الاسلامي للشیخ عبدالقادر العودہ
(۳) البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم (النکاح والطلاق والبیوع والقضاء)
(۴) تمرین الافتاء

دوسری سہ ماہی کی درسی کتب

(۱) الموافقات للشاطبي جزء المقاصد

دوسری سہ ماہی کی کتبِ مطالعہ

(۱) بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع للکاسانی (حصۃ العبادات)
(۲) المغني لابن قدامہ (حصۃ البیوع والاجارۃ والمزارعہ)

(۳) امداد الاحکام للشیخ ظفر العثمانی

تیسری سہ ماہی

علمی مباحث ومقالہ جات کی تیاری، تمرینِ فتاوٰی اور مسائلِ فقہیہ کی تخریج

دار الافتاء معہد تعلیم الاسلام شکاگو: سال اول

درسی کتب

(۱) شرح عقود رسم المفتی

(۲) اصول الافتاء وآدابہ

(۳) فقہ البیوع

(۴) المعاییر الشرعیہ

(۵) کتبِ فقہ احناف کا تعارف

(۶) رد المحتار (منتخب ابواب)

(۷) ذخر المتاھلین

(۸) لباب المناسک

(۹) تمرینات ومقالات

کتبِ مطالعہ

(۱) المذھب الحنفی

(۲) تطور الفکر الاصولی الحنفی

(۳) اسباب العدول الحنفیہ من الفتیا بالظاھر الروایۃ

(۴) مقدمۃ الاصل للامام محمد: الدکتور محمد بوینوکالن

(۵) مقدمۃ الجامع الصغیر: مولانا عبد الحی اللکنوی

(۶) فتاویٰ دار العلوم زکریا

(۷) نشر العرف

(۸)احکام القرآن للجصاص

(۹)معلم الحجاج

دارالافتاء معہد تعلیم الاسلام شکاگو: سال دوم

(۱)مجلۃ الاحکام العدلیہ

(۲)الاشباہ والنظائر

(۳)فقہ البیوع

(۴)المعاییر الشرعیہ

(۵)بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ

(۶)الحیلۃ الناجزۃ

(۷)حنفی کتب اصول فقہ کا تعارف

(۸)المدخل الی علوم الحدیث

کتب مطالعہ

(۱)نصاب الاحتساب

(۲)الدرر المباحۃ فی الحظر والاباحۃ: شیخ خلیل بن عبدالقادر النَحلاوی الحنفی

(۳) ادب الاختلاف: شیخ محمد عوامۃ

(۴) مسعفۃ الحکام: شیخ ابوصالح محمد بن عبداللہ التمر تاشی

(۵)احسن الفتاویٰ

(۶) کفایت المفتی

(۷)احکام القرآن للجصاص

(۸)تحفۃ العلماء

(۹)تربیت قضاوثالثی

(۱۰)تمرینات ومقالات

شعبہ افتاء کے محاضرات کے بعض عناوین

اکثر مدارس میں تخصص فی الفقہ والافتاء کے طلبہ کے سامنے ہفتہ میں ایک بار اِس قسم کے عناوین پر محاضرات پیش کئے جانے کا نظام بھی پایا جاتا ہے، اِس سے نہ صرف طلبہ کا فائدہ ہوتا ہے بلکہ محاضِر کے علمی استحضار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

(۱) فتوی نویسی کے بنیادی اصول

(۲) تاریخ تدوین فقہ

(۳) مذاہب اربعہ کا تعارف

(۴) علماء دیوبند کا فقہی منہج

(۵) برصغیر میں فتوی نویسی کی تاریخ

(۶) عالم اسلام اور ملک میں قائم فقہ اکیڈمیاں

(۷) اجتہاد وتقلید کے احکام

(۸) خروج من المذہب اور تلفیق کے احکام

(۹) اختلاف کے حدود وقیود

(۱۰) وحدت امت کا واضح تصور

(۱۱) پرسنل لاء پر اعتراضات کے جوابات

(۱۲) اسلامی نظام قضا کی خصوصیات

(۱۳) ہندوستان میں نظام قضا

(۱۴) شیعیت اور ناصبیت کا تعارف

(۱۵) مسائل محرم میں معتدل افکار ونظریات

(۱۶) تجہیز وتکفین کی عملی مشق

(۱۷) غیروں کے تہواروں کا تعارف

(۱۸) مسلم معاشرہ اور توہم پرستی کی جڑیں

(۱۹) دعوت کی حکمت/ نہی عن المنکر کے حدود

(۲۰) محاضراتِ سیرت

(۲۱) تاریخ وجغرافیہ کی اہمیت

(۲۲) تدریس کے اصول

(۲۳) سیرت وتاریخ کے مستند مصادر

(۲۴) اسلامی اسکول کیسے کھولیں

(۲۵) اسلام کا اقتصادی نظام خصوصیات وامتیازات

(۲۶) دنیا کے مختلف معاشی نظام تاریخ واثرات

(۲۷) معاشی جدید مسائل پر کام کرنے والے علمی ادارے

(۲۸) غیر سودی ادارے قائم کرنے کی آسان مقامی شکلیں

(۲۹) نظام خلافت کے خدوخال

(۳۰) جمہوری نظام کے نقصانات

(۳۱) صحابہ کے سیاسی کارنامے

(۳۲) علماء دیوبند کے سیاسی کارنامے

(۳۳) سلاسل اربعہ کا تعارف

(۳۴) پیری مریدی کے مقاصد

(۳۵) صوفیاء کرام اور تاریخ

(۳۶) کتب تصوف کا تعارف

(۳۷) فن حدیث ایک تعارف

(۳۸) فن تخریج، اصول واحکام

(۳۹) تاریخ دعوت وعزیمت

(۴۰) الیاسی تبلیغ، خصوصیات وامتیازات

(۴۱) پیام انسانیت تعارف طریقہ کار

(۴۲) مکتب کیسے قائم کریں

(۴۳) خدمات دین کے میدان

(۴۴) خدمت دین پر استقامت کے اسباب و مواضع

(۴۵) شوری اور ٹرسٹ کے اصول وضوابط

(۴۶) آن لائن تدریس وتعلیم مثبت ومنفی پہلو

(ماخوذ از نصابِ تخصص فی الافتاء کہف الایمان ٹرسٹ صفدر نگر حیدر آباد)

(۴۷) ڈیجیٹل تصویر کیا عام تصویر سے مختلف ہے؟

(۴۸) موافق ومخالف نظریات کا جائزہ

(۴۹) مادر مستعار اسلامی نقطہ نظر اور فقہی احکام

(۵۰) توہین رسالت کی سزا اسلامی شریعت میں

(۵۱) غیر مسلموں میں دعوتِ دین اور شرعی اصولوں پر سمجھوتہ کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں

(۵۲) حرام اجزاء پر مشتمل ادویات واشیاء اوران کے استعمال کے شرعی احکام

(۵۳) مغربی ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں کے تہذیبی مسائل

(۵۴) عقود میں نقود کے متعین ہونے نہ ہونے کی اصولی بحث اور اس سے مستخرج ہونے والی جزئیات

(۵۵) غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی رواداری کے حدود اور ان کے مذہبی امور میں شرکت کا دائرہ

(۵۶) خواتین کی بیرونِ خانہ سرگرمیاں اور اس کے شرعی حدود

(۵۷) پلاسٹک سرجری اور اس کی مختلف صورتوں کے شرعی احکام

(۵۸) ڈاکٹری کا پیشہ اور اس کے شرعی تقاضے

(۵۹)ڈیجیٹل یا کرپٹو کرنسی اور اس سے متعلق شرعی احکام

(۶۰)علمی بے راہ روی کے اسباب

(۶۱)امام مہدی کی شخصیت احادیث اور علماء اسلام کے اقوال کی روشنی میں

(۶۲)شکیل بن حنیف۔۔۔ایک تعارف

(۶۳)فیاضیت۔۔۔ایک تعارف

(۶۴)غامدیت۔۔۔ایک تعارف

(۶۵)امام مہدی اور فرق ضالہ کے عقائد

(۶۶)صدیق دیندار۔۔۔شخصیت وتعارف اور نظریات

(۶۷)انجینئر محمد علی مرزا۔۔۔ایک تعارف

(۶۸)منکرین حدیث۔۔۔تاریخ وتعارف

(۷۰) گوہر شاہی فتنہ۔۔۔ایک تعارف

(۷۱)حدیث کی حجیت اور تشریعی حیثیت

(۷۲)دارالاسلام اور دارالحرب کی وضاحت اور فرضیت جہاد کے حدود

(۷۳)نٹ ورک مارکیٹنگ کی جدید شکلیں اور جواز وعدم جواز کے دلائل

(۷۴)الغزو الفکری یعنی نظریاتی جنگ کے اصول

(۷۵)انسانی دنیا پر مسلمانوں کا عروج وزوال: اسباب واسباق

(۷۶)الحاد: اقسام واسباب اور ان کا حل

(۷۷)فقہ وفتاوی سے مناسبت اور اس میں رسوخ کی شکلیں

فقہ اسلامی کی تدریس سے متعلق اسلامک فقہ اکیڈمی کی منظور کردہ تجاویز

مورخہ ۸-۹/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق :۲۶-۲۷ دسمبر ۲۰۰۹ء کو دارالعلوم وقف دیوبند کے دارالحدیث ہال میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے زیرِ اہتمام فقہ اسلامی کی تدریس کے موضوع پر غور وفکر کے لئے دوروزہ سمینار منعقد ہوا، جس میں دارالعلوم دیوبند، دار

العلوم وقف دیوبند، جامعہ مظاہر العلوم وقف، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو، جامعہ دار السلام عمر آباد، جامعہ الفلاح اعظم گڑھ، جامعۃ الہدایہ جے پور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد، ایفل یونیورسٹی حیدر آباد کے علاوہ ملک کے مختلف علاقوں سے اہم ومعروف دینی درسگاہوں کے ذمہ داران اور اساتذہ اور نمائندے شریک ہوئے، سمینار میں فقہ کے نصاب تعلیم اور طریقہ تدریس جیسے اہم موضوعات پر نیز مدارس کے بنیادی اہداف و مقاصد اور موجودہ حالات کی روشنی میں غور کیا گیا اور درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) دینی جامعات کے نصاب کا ایک اہم حصہ فقہ ہے اور اس پر ہمیشہ سے خصوصی توجہ دی جاتی رہی ہے نیز اسی توجہ کا نتیجہ ہے کہ علماء نے ہر عہد میں پیدا ہونے والے مسائل کو حل کیا ہے، سمینار دینی مدارس کی اس خدمت کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے دینی مدارس کی زمانہ شناسی اور اپنے عہد کے تقاضوں سے آگہی کا اندازہ ہوتا ہے اور مدارس کے بارے میں عصر حاضر کے تقاضوں سے یکسر نابلد ہونے کا جو پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، اس کی نفی ہوتی ہے۔

(۲) سترہویں صدی کے صنعتی انقلاب کی وجہ سے نئے فقہی مسائل کے پیدا ہونے کی رفتار بہت تیز ہوگئی ہے، طلبہ کو اس سلسلہ میں واقفیت بہم پہنچانے کے لئے (اس بات کی) ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ:

(الف) فقہ کی اونچی کتابوں کے اساتذہ، فقہ کے ان مضامین کو پڑھاتے ہوئے (جن سے اس دور میں پیدا ہونے والے مسائل مربوط ہیں) نئے مسائل کی وضاحت کریں اور فقہاء کی تصریحات کو ایسے قضایا پر منطبق کر کے بتلائیں؛ تا کہ طلبہ نہ صرف نئے پیش آمدہ مسائل کے احکام سے واقف ہوں؛ بلکہ ان کے اندر اپنے عہد میں پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کا جذبہ وحوصلہ بھی پیدا ہو۔

(ب) فقہ کی اونچی کتابیں پڑھنے والے طلبہ کو معاشیات سے متعلق کوئی ایسی مختصر اور جامع کتاب پڑھائی جائے کہ وہ معاملات کے باب میں صورتِ مسئلہ سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور جدید معاشی اصطلاحات کو سمجھ لیں؛ تا کہ آئندہ ان مسائل سے متعلق شرعی

احکام کو صحیح طور پر سمجھ سکیں اور ان کے بارے میں امت کی رہنمائی کر سکیں۔

(ج) تربیت افتاء کے طلبہ کو خاص طور پر جدید مروجہ معاملات کے بارے میں بتلایا جائے اور دنیا بھر میں مختلف فقہ اکیڈمیاں جو تجاویز پاس کر رہی ہیں، انہیں ان کا مطالعہ کرایا جائے۔

(۳) اہل سنت والجماعت کے مختلف مکاتب فقہ کے نقطہ نظر سے واقف کرانے کے لئے تربیتِ افتاء، تخصص فی الفقہ یا فضیلت میں کوئی ایسی کتاب بھی داخل نصاب کی جائے، جو ائمہ اہل سنت کے مذاہب پر روشنی ڈالتی ہو اور خاص کر معاملات سے متعلق ابواب کو اس سلسلہ میں ترجیح دی جائے، سمینار کے شرکاء کا عام خیال ہے کہ اس سلسلہ میں علامہ ابن رشد قرطبی کی بدایۃ المجتہد مناسب کتاب ہے۔

(۴) چونکہ فقہ کی بعض نصابی کتابیں مفید ہونے کے باوجود ضخامت کی وجہ سے مکمل نہیں ہو پاتی ہیں؛ اس لئے ایسی کتابوں میں معاملات سے متعلق ابواب کو خصوصی اہمیت کے ساتھ پڑھایا جائے؛ کیوں کہ اس دور میں ان مسائل کی اہمیت وضرورت بڑھ گئی ہے۔

(۵) شریعت کے احکام بنیادی طور پر مصالح پر مبنی ہیں؛ اسی لئے اسلامی قانون کے ماہرین نے مقاصدِ شریعت کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے؛ چونکہ نئے مسائل کو حل کرنے میں شریعت کے مقاصد ومصالح کی خاص اہمیت ہے؛ اس لئے ضرورت ہے کہ کم سے کم تخصص فی الفقہ اور تدریبِ افتاء کے شعبہ میں اصولِ فقہ کے ساتھ ساتھ مقاصدِ شریعت کے موضوع پر بھی کوئی کتاب ضرور داخل نصاب کی جائے۔

(۶) فقہ سے متعلق ایک اہم فن قواعدِ فقہ کا ہے، تدریبِ افتاء سے پہلے اس کی تعلیم نہیں ہوتی، ضرورت ہے کہ تدریبِ افتاء سے پہلے بھی اس موضوع پر کوئی مختصر کتاب داخل نصاب کی جائے؛ تاکہ تمام فضلاء اس اہم موضوع سے آگاہ ہو سکیں۔

(۷) اصولِ فقہ کی کتابوں میں قیاس واستحسان وغیرہ کے مباحث آخر میں آتے ہیں؛ اس لئے ان کی طرف کما حقہ توجہ نہیں ہو پاتی، حالانکہ موجودہ حالات میں ان کی زیادہ اہمیت ہے؛ اس لئے ان ابواب کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے۔

(۸) شعبہ تربیت افتاء میں کسی ایک متن کا مکمل مطالعہ کرایا جائے؛ تا کہ فقہ کے تمام ابواب پر ایک نظر ہو جائے۔

(۹) طلبہ کے اندر فقہی بصیرت پیدا کرنے اور عصری معلومات سے آراستہ ہونے کے لئے ایک مطالعاتی نصاب بھی رکھا جائے، جس کا باضابطہ امتحان ہوا کرے۔

(۱۰) عام طور پر ہندوستان کے دینی مدارس کے مروجہ نصاب میں فقہ کی جو کتابیں داخلِ نصاب ہیں، وہ بڑی اہم اور مفیدِ مقصد ہیں؛ البتہ ان میں بعض کتابیں بہت مغلق بھی ہیں، اگر ان کی جگہ متقدمین یا معاصرین کی بعض ایسی کتابیں پڑھائی جائیں، جو تعبیر کے اعتبار سے آسان اور موضوع کے اعتبار سے مفید ہوں تو بہتر ہوگا۔

(۱۱) فقہ کی تدریس کو مزید موثر اور نتیجہ خیز بنانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ:

(الف) حل کتاب میں طلبہ کو بھی شامل کیا جائے؛ تا کہ ان میں خود اعتمادی اور اپنے آپ کتاب سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو، اس کے لئے ان سے عبارت حل کرائی جائے اور تمرینات کرائی جائیں۔

(ب) فقہی مسائل، فقہی اصول اور فقہی قواعد کو زیادہ سے زیادہ مثالوں کے ذریعہ منطبق کر کے سمجھا جائے اور خاص کر موجودہ دور کے مسائل سے ان کے ارتباط کو واضح کیا جائے۔

(ج) ابتدائی جماعتوں اور حسبِ ضرورت اونچی جماعتوں میں بھی صرف زبان سے تفہیم پر اکتفا کرنے کے بجائے جہاں ضرورت ہو وہاں بلیک بورڈ اور پروجیکٹر کا استعمال کیا جائے؛ کیونکہ تفہیم کے بصری وسائل سمعی وسائل سے زیادہ موثر ثابت ہوتے ہیں۔

(۱۲) اصول فقہ میں کوئی ایسی کتاب بھی داخل نصاب کی جانی بہتر ہے، جس میں ائمہ اہل سنت کے اصول کا احاطہ کیا گیا ہو اور عام فہم ہو، ماضی قریب کے بعض عرب علماء جیسے: شیخ ابوزہرہ، شیخ زرقاء اور شیخ عبدالوہاب خلاف وغیرہ کی تصانیف سے اس سلسلہ میں مدد لی جاسکتی ہے، اگر عمومی نصاب میں اس کی گنجائش نہ ہو سکے تو کم سے کم تخصص فی الفقہ میں ضرور

اس کی رعایت ملحوظ رکھی جائے۔

(۱۳) عربی کی ابتدائی جماعتوں میں انگریزی زبان اور بقدر ضرورت حساب کے مضامین بھی رکھے جائیں؛ کیونکہ اصطلاحات کو سمجھنے کا انگریزی زبان سے اور اقتصادی مسائل کے ادراک کا حساب سے گہرا تعلق ہے۔

(۱۴) موجودہ تعلیمی انحطاط کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مدارس کے ذمہ داروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ عربی جماعتوں میں داخلے کے لئے امتحان کا مناسب نظم کیا جائے اور صلاحیت کو معیار بنا کر داخلہ لیا جائے، طلبہ کی کثرت کو مقصود نہ بنایا جائے، خاص کر افتاء کا مسئلہ بڑا نازک ہے؛ اس لئے شعبہ افتاء میں داخلہ کے لئے معیار کو سخت بنایا جائے اور کتابوں سے مراجعت اور فتاوی نویسی کی مناسب تربیت کے بعد ہی شعبہ افتاء کی سند دی جائے۔

(۱۵) مدارسِ اسلامیہ کی قدیم روایت کے مطابق فقہائے سلف کے فقہی اختلافات پر بحث کرتے ہوئے تمام مذاہب اور شخصیتوں کا احترام ملحوظ رکھا جائے اور یہ بات پیش نظر رہے کہ فقہاء کا اختلاف صواب وخطا کا اختلاف ہے، نہ کہ حق و باطل کا۔

(۱۶) اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سے گذارش کی جاتی ہے کہ جدید مسائل اور خصوصاً اقتصادی مسائل سے واقف کرانے کے لئے وقتاً فوقتاً تربیتی اجتماعات منعقد کرنے کا اہتمام کرے؛ تاکہ علماء اور اساتذہ فقہ ان ضروری مسائل سے واقف ہو سکیں۔

(۱۷) ملکی قانون سے ضروری حد تک واقف ہونا بھی ہر شہری کے لئے ضروری ہے؛ لیکن اس کے علاوہ ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے یہ حکومت سے معاہدہ بھی ہے؛ اس لئے فقہی رہنمائی کے لئے بھی بعض اوقات اس سے واقفیت کی ضرورت پڑتی ہے؛ اس لئے مناسب ہوگا کہ کسی مختصر کتاب یا محاضرات کے ذریعہ اس مضمون سے ضروری حد تک واقف کرایا جائے۔

(۱۸) نصابی کتابوں کے ناشرین سے اپیل کی جاتی ہے کہ ان کتابوں کو جدید طریقہ پر رموزِ تحریر اور ترقیم کے ساتھ شائع کریں؛ تاکہ تعلیم و تربیت میں سہولت ہو۔

بابِ پنجم

مؤلف کے اساتذہ کرام

ابتدائی عالمیت کے اساتذہ

۱: حضرت اقدس مولانا سید شاہ نور اللہ قادری صاحب کرنولی رحمۃ اللہ علیہ

تجوید و قرأت : نورانی قاعدہ، سہل تجوید اردو اور انگریزی، النفحۃ العنبریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ۔

عربی ادب: الدروس العربیۃ، بغیر استاذ دس دن میں عربی بول چال، عربی کی دوسری کتاب، منہاج العربیہ حصہ سوم، و حصہ چہارم، قصص النبیین، مفید الطالبین۔

فارسی ادب : مصدرِ فیوض، چہل سبق، کریما، گلستان، بوستان، گلزارِ دبستان، حکایاتِ لطیف۔

صرف ونحو: کتاب الصرف، کتاب النحو۔

قرآن: ترجمہ پارۂ عم

حدیث: ریاض الصالحین مکمل، مشکوۃ کے کچھ اسباق۔

فقہ: مالا بد منہ اور قدوری کا کچھ حصہ۔

متفرقات: اسرارِ کلمہ طیبہ کا کچھ حصہ، منبہات ابن حجر، بغیۃ کل مسلم، قصیدہ بردہ شریف۔

۲: حضرت مولانا حافظ فیض اللہ قادری صاحب دامت برکاتہم

تمرین النحو، تمرین الصرف، منہاج العربیہ (چار حصے) قصص النبیین (تین حصے) الفقہ المیسر، ترجمہ قرآن پارۂ اکیس سے چند پارے، اس کے علاوہ صَرف کی سینکڑوں آزاد گردانیں۔

۳: حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق کمال قادری صاحب دامت برکاتہم

ھدایۃ النحو، معلم الانشاء، شرح شذور الذھب، اصول الشاشی، شرح الوقایہ۔

۴: حضرت مولانا مفتی محمد عبد الرحمن صاحب کرنولی دامت برکاتہم سابق استاذ ادارہ اشرف العلوم

مرقات، شرح التھذیب کا کچھ حصہ، صغریٰ، کبریٰ کا کچھ حصہ۔

۵: حضرت مولانا سید اکبر الدین قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شرح قطر الندی کے دو چار سبق۔

یہ پانچ حضرات میرے وہ اساتذہ ہیں جن سے میں نے ایک استاذ ایک شاگرد کے طرز پر پڑھا ہے اور مجموعی طور پر ان سے استفادہ کا دورانیہ دو سال کا رہا۔

پنجم تا ہفتم اور شعبہ افتاء کے اساتذہ

بعد ازاں ازہرِ دکن جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد کی جماعتِ پنجم میں داخلہ لیا، جہاں درجِ ذیل اساتذہ کرام سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی:

۶: حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سید احمد اللہ بختیاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ قرآن ابتدائی دس پارے اور شرح العقائد

۷: حضرت مولانا تسلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آثار السنن کے چند ابواب۔

۸: حضرت اقدس مولانا شاہ محمد جمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم

عقیدۃ الطحاوی کا کچھ حصہ اور مشکوۃ ثالث (آخری تہائی حصہ)۔

۹: حضرت مولانا منصف خان صاحب دامت برکاتہم

ہدایہ اول، جلالین ابتدائی دس پارے، الفوز الکبیر، حسامی، سراجی اور نخبۃ الفکر، مشکوۃ کتاب الزکوۃ کا کچھ حصہ۔

۱۰: حضرت مولانا منیر الدین صاحب عثمانی دامت برکاتہم

مختصر المعانی۔

۱۱: حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب دامت برکاتہم

ہدایۃ الحکمت، میبذی، جلالین آخری دس پارے، ہدایہ ثالث اور در مختار کے چند ابواب۔

۱۲: حضرت مولانا محمد نعمان الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم
مختارات اور ادب وانشاء کی آزاد تمرینات اور دیوانِ متنبی۔

۱۳: حضرت مولانا مفتی محمد تجمل حسین صاحب دامت برکاتہم
نورالانوار، ہدایہ ثانی اور در مختار کا ایک باب۔

۱۴: حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب دامت برکاتہم
جلالین درمیانی دس پارے، مشکوۃ ثانی (درمیانی تہائی حصہ)۔

۱۵: حضرت مولانا سید صلاح الدین صاحب دامت برکاتہم
شرح فقہ اکبر۔

۱۶: حضرت مولانا محمد نورالدین صاحب دامت برکاتہم
عقیدۃ الطحاوی اور آثار السنن کا کچھ حصہ اور مشکوۃ اول (ابتدائی تہائی حصہ)۔

۱۷: شیخ الحدیث حضرت مولانا مولانا محمد انصار صاحب دامت برکاتہم
ہدایہ رابع۔

۱۸: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ہدایہ ثالث کا ابتدائی باب اور الاشباہ والنظائر کا کچھ حصہ۔

۱۹: حضرت مولانا محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم
ہدایہ ثالث کا کچھ حصہ۔

۲۰: حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم
بیضاوی شریف، الاشباہ والنظائر کا کچھ حصہ اور تمرینِ فتاویٰ۔

۲۱: حضرت مولانا مفتی محمد اشتیاق احمد صاحب دامت برکاتہم
رسم المفتی اور سراجی۔

۲۲: حضرت مولانا قاضی سعود عالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم

درمختار کے منتخب ابواب اور تمرینِ قضا۔

۲۳: حضرت مولانا محمد موسیٰ خان صاحب ندوی دامت برکاتہم

پنجم عربی میں حضرت مولانا محمد نعمان الدین صاحب دامت برکاتہم کے یہاں مختارات اور آزاد تمرین ہوا کرتی تھی، ایک دن حضرت مولانا کسی وجہ سے تشریف نہیں لائے تھے تو اس دن مولانا محمد موسیٰ خان صاحب ندوی دامت برکاتہم تشریف لائے تھے؛ چونکہ ایک ہی دن مولانا آئے تھے، اس لئے کوئی نیا سبق تو نہیں پڑھایا تھا؛ البتہ ہم ساتھیوں میں سے بعض سے غالباً گزشتہ سبق سنا تھا اور بعض کی تمرین کی کاپیاں دیکھی تھیں اور کچھ نصیحت کی باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔

۲۴: دارالعلوم حیدرآباد میں بندہ کا داخلہ امتحان حضرت مولانا احمد عبدالحسیب تنویر قاسمی زید مجدہم نے لیا تھا، غالباً شرح الوقایہ کے باب الجنائز سے کوئی عبارت پڑھوائی تھی اور دارالاقامہ میں رہنے کی شرط کے ساتھ داخلہ دیا تھا؛ چنانچہ ابتدائی دو ڈھائی ماہ دارالاقامہ میں رہنے کا موقع ہوا، پھر حضرت مولانا اکبر الدین قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کے ذریعے بیرون رہ کر تعلیم جاری رکھنے کی اجازت مل گئی، اس کے بعد دارالعلوم حیدرآباد میں جتنی بھی تعلیم حاصل کی وہ بیرون رہ کر ہی حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ کرام اور ان کی اسانیدِ حدیث

۱: شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بخاری جلد اول

۲: شیخ الحدیث حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بخاری جلد ثانی

۳: بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب دامت برکاتہم

مسلم اول، ابوداؤد ثانی

۴: حضرت مولانا علامہ قمر الدین صاحب دامت برکاتہم
مسلم جلد ثانی اور نسائی
۵: محدث العصر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ
ترمذی اول اور طحاوی
۶: حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم
ترمذی جلد ثانی
۷: حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
ابوداؤد جلد اول
۸: حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ
ابن ماجہ
۹: حضرت مولانا عبد الخالق صاحب مدراسی دامت برکاتہم
شمائل ترمذی
۱۰: حضرت مولانا قاری سید عثمان صاحب منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ
موطا امام مالک
۱۱: حضرت مولانا مفتی امین صاحب پالن پوری دامت برکاتہم
موطا امام محمد

(ا) بندے نے اپنے ہم درس ساتھیوں کے ہمراہ بخاری شریف پڑھی ہے حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شیخ عبد الحق اعظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، ان دونوں حضرات نے بخاری شریف پڑھی ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھی ہے حضرت شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھی ہے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے

بخاری شریف پڑھی ہے حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ سے اور شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھی ہے شاہ اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور شاہ اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھی ہے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھی ہے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو براہِ راست اجازت حاصل ہے: شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی، نیز شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ محدث سہارنپوری، قاری عبد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی اور مولانا مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی، یہ چاروں شاگرد ہیں حضرات شاہ اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ شیخ احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبد الحی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل ہے، جو شاگرد ہیں شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ہیں شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت نانوتوی کے ایک اور شاگرد عبد العلی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل ہے اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ہیں شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے بھی روایت کرتے ہیں اور حضرت خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے بھی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو حجازی علماء میں سے شیخ حسب اللہ الشافعی المکی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبد الجلیل المدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عثمان عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ احمد برزنجی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل ہے اور یہ چاروں حضرات شاگرد ہیں شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل ہے، جو شاگرد ہیں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہؒ کے۔

حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نہایت عالی سند یہ ہے کہ حضرت کو اجازت حاصل ہے مولانا حافظ عبد الرحمن امروہوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو شاگرد ہیں حضرت

مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شاگرد ہیں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے۔

(۲) مسلم شریف جلد اول بحر العلوم مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم سے اور جلد ثانی علامہ قمر الدین صاحب گورکھپوری دامت برکاتہم سے پڑھی اور ان دونوں حضرات نے علامہ ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور علامہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الہندؒ سے الخ۔

ان دونوں حضرات کو علامہ فخر الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل ہے ، جو شاگرد ہیں علامہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور علامہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ہیں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے، اِسی طرح حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم کو اجازت حاصل ہے حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے جو شاگرد ہیں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے۔

(۳) ترمذی جلد اول مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور جلد ثانی حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم سے اور یہ دونوں حضرات علامہ ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور علامہ بلیاوی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے۔

(۴) ابوداؤد جلد اول حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت مولانا فخر الحسن مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے، ابوداؤد جلد ثانی حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی سے اور انھوں نے حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

(۵) نسائی شریف علامہ قمر الدین صاحب گورکھپوری دامت برکاتہم سے اور انھوں نے حضرت مولانا بشیر احمد خان صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت شیخ محی الدین گلاؤٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے۔

(۶) سنن ابن ماجہ حضرت مولانا ریاست علی ظفر صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت شیخ الہندؒ سے۔

(۷) شمائل ترمذی حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی دامت برکاتہم سے اور

انھوں نے علامہ فخر الحسن صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے۔

(۸) طحاوی شریف حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے علامہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے۔

(۹) موطا امام مالک حضرت قاری عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت مولانا بشیر احمد خان صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے۔

(۱۰) موطا امام محمد حضرت مولانا مفتی محمد امین احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم سے اور انھوں نے حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت مولانا عبد الخالق صاحب ملتانیؒ سے اور انھوں نے علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انھوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے۔

تعارفِ مؤلف

نام: محمد مکرم محی الدین بن جناب محمد مظہر محی الدین صاحب مدظلہم

پیدائش: ۲۲/ جولائی ۱۹۸۱ء م ۲۰/ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

جائے پیدائش: آبائی شہر حیدر آباد دکن

عصری تعلیم: از ابتداء تا ساتویں جماعت (انگلش میڈیم)

بی کام (مولانا آزاد یونیورسٹی)، ایم اے اردو (عثمانیہ یونیورسٹی)

حفظِ قرآن مجید: ۲۵/ اپریل ۱۹۹۳ء تا ۱۱/ جولائی ۱۹۹۵ء م ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ تا صفر ۱۴۱۶ھ مدرسہ تحفیظ القرآن عالیہ مغلپورہ حیدر آباد

عالمیت: ۱۴۱۶ھ م ۱۹۹۶ء تا ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء دار العلوم حیدر آباد

فضیلت: ۱۴۲۳ھ م ۲۰۰۲ء دار العلوم دیوبند

افتاء: ۲۰۰۳ء م ۱۴۲۴ھ جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد(۱)

خدمتِ تدریس: دار العلوم حیدر آباد ۲۰۰۴ء کے اواخر سے تا حال ۲۰۲۴ء

خدمتِ افتاء: صفا شریعت ہیلپ لائن صفا بیت المال انڈیا ۲۰۱۲ء تا حال

خطابت: مسجد عبد اللہ شاہ ولی (شاہ علی بنڈہ) ۲۰۰۷ء تا حال

(۱) اِس مقام پر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ بندے کا ازہرِ ہند دار العلوم دیوبند کے شعبۂ افتاء میں بحمد اللہ داخلہ منظور ہو چکا تھا؛ مگر بعض وجوہ کی بناء پر؛ بعد استخارہ واستشارہ ازہرِ دکن دار العلوم حیدر آباد میں امین الفقہ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم کی نگرانی میں افتاء کی تعلیم جاری رکھنا طے پایا، جس کا الحمد للہ بندے کو اپنے ذاتی احوال کے اعتبار سے نسبۃً زیادہ فائدہ ہوا۔

مؤلف کی دیگر کتابیں

۱: مروجہ تقاریب نکاح: شریعت کی نظر میں
۲: عاملین اور محصلین زکوۃ: ایک تجزیہ
۳: طہارت اور نماز کے مسائل - قرآن وحدیث کی روشنی میں
۴: نبی اکرم ﷺ کی نماز - قرآن وحدیث کی روشنی میں
۵: وضاحت مسئلہ رفع یدین
۶: قرأت خلف الامام کا مسئلہ
۷: صدائے حق: علمی واصلاحی مضامین کا مجموعہ
۸: علمی بے راہ روی کے اسباب اور جاوید احمد غامدی کے بعض نظریات کا جائزہ
۹: عصری تعلیم: ضرورت،، اہمیت اور افادیت
۱۰: سکون خانہ: میاں بیوی کے حقوق وذمہ داریاں
۱۱: تحفۃ المفتی والقاضي
۱۲: معمولات یومیہ یعنی روزانہ کی دعائیں اور اذکار
۱۳: حج وعمرہ کے اہم مسائل
۱۴: عمرہ کے اہم مسائل